کی یہ صحیح حدیث بھی تو ہے جس میں مرنے والے کا جوتیوں کی چاپ سننے کا ذکر آیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس روایت سے حیات وسماع فی القبر کے عقیدے کو اخذ کرنا بالکل غلط ہے اور یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ اس روایت کے غلط معنی اور غلط تشریح نہ کی جائے۔ دراصل روح لوٹائے جانے والی باطل روایت کی بنیاد پر مردے کے زندہ ہونے کا عقیدہ بنا لیا گیا ہے چنانچہ اسی کی روشنی میں اس صحیح روایت کو غلط معنی کا جامہ پہنایا جاتا ہے، ورنہ بخاری میں تو یہ حدیث بھی موجود ہے کہ ''دفن سے پہلے ہی مردہ کھاٹ پر بولتا ہے، چیختا اور چلاتا ہے''۔ پھر اس روایت پر ہی عقیدہ کیوں نہ بنا لیا گیا؟ محض روایات ہی عقیدے کی بنیاد ہیں تو قبل از دفن مردوں کے زندہ ہونے پر عقیدہ ہونا چاہیے تھا، مگر فی الواقع ایسا نہیں ہوا بلکہ سب کا یہی عقیدہ ہے کہ مردہ میں دفن کے بعد روح لوٹا دی جاتی ہے اور مردہ زندہ ہو جاتا ہے، سنتا اور جواب دیتا ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ حیات فی القبر کے عقیدے کی اساس روح لوٹائے جانے کا ادعا کرنے والی باطل روایت ہے اور اس باطل روایت کو قبول عام حاصل ہونے کا سبب امام احمد بن حنبل کی قدآور شخصیت ہے جنہوں نے سب سے پہلے اس پر عقیدہ بنا کر اسے سند جواز عطا کر دی۔ بے شک حیات وسماع فی القبر کے حق میں منکر وموضوع روایات موجود ہیں، مگر قرآن وحدیث کے خلاف ان روایات کو قبول کرنے کے لئے کوئی محرک، کوئی سبب ضروری ہے، اور ظاہر ہے کہ یہ سبب امام احمد بن حنبل کی قدآور شخصیت ہی ہے۔ اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس قبیل کی روایات کو قبول کرنے کے لئے کسی بڑی شخصیت کے سہارے کی ضرورت ہوتی ہے اور ہمیشہ ہی غلط روایات کے پھلنے پھولنے اور پھیلنے میں بڑی شخصیات کا مؤثر کردار رہا ہے۔ ایمان کا تقاضہ تو یہ ہے کہ چاہے اس سلسلے میں کتنی ہی روایات کیوں نہ پائی جائیں مگر قرآن وحدیث کے مقابلے میں ان کو پرکاہ کی حیثیت بھی نہ دی جائے۔ نامور مشہور شخصیات کے ماننے والوں کا ہمیشہ سے یہی طرز عمل رہا ہے کہ احکامات الہیٰ سے زیادہ انہیں اپنی محبوب شخصیات کا لحاظ اور پاس ہوتا ہے۔ یہ لوگ احکامات الہیٰ سے تو انحراف کر سکتے ہیں، اور کرتے بھی ہیں، مگر اپنی پسندیدہ شخصیات سے ذرا منہ نہیں موڑتے۔ حیات وسماع فی القبر کا عقیدہ رکھنے والوں نے بھی قرآن وحدیث کے بجائے امام احمد بن حنبل کو بڑی مضبوطی سے پکڑ رکھا ہے۔ اب جبکہ اس باطل عقیدے کی وجہ سے امام احمد کی گرفت کی جاتی ہے تو انہیں اپنے امام کے دفاع کی فکر دامن گیر ہو جاتی

ہے،ان کے تحفظ اور دفاع میں پورا زور لگا دیا جاتا ہے۔ چنانچہ اب یہ لوگ اسی مقصد کے تحت بڑی دور کی کوڑی لائے ہیں جو کہ ان کی فن دینداری میں مہارت کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ طبقات شافعیہ سے امام شافعی کا ایک خط پیش کرتے ہیں جس میں انکے خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے اور انکی طرف سے امام احمد کے فتنہ خلق قرآن میں مبتلا ہونے اور اس پر ثابت قدمی دکھانے کی اطلاع دینے کا ذکر ہے۔ یہ خط پیش کر کے کہتے ہیں طبقات حنابلہ سے امام احمد کی گرفت کرنی ہے تو طبقات شافعیہ سے امام شافعی کی بھی گرفت کرو ورنہ امام احمد کو بھی چھوڑ دو۔ (ملاحظہ توبوا الی اللہ قسط دوم) اور ستم ظریفی یہ ہے کہ مدافعین احمد امام شافعی کے خط کو امام احمد کے خط بنام مسدد بن مسرھد سے زیادہ کفر و شرک سے لبریز قرار دیتے ہیں۔ (توبوا الی اللہ قسط دوم) یہ تو الگ تماشہ ہے ہی کہ مرنے کے بعد ہر مردے میں روح لوٹ آنے اور اسکے زندہ ہو جانے پر ایمان لانے کی تلقین جو کہ قبر پرستی کی اصل بنیاد ہے، وہ ان کے نزدیک خواب کے ایک افسانے سے کس طرح کم تر قرار پائی ہے، مگر اس حقیقت کا اظہار تو ''واتقوا اللہ'' میں بڑے ہی واضح انداز میں کر دیا گیا تھا کہ امام شافعی کے خط کی کہانی محض اک من گھڑت افسانہ ہے جس میں ذرا بھی حقیقت نہیں۔ مگر کیا کیا جائے امام احمد کی اندھی عقیدت کا، معقول بات پر تو ذرا بھی غور نہ کیا بلکہ اس خرافات کو پھر سے پیش کیا جا رہا ہے، البتہ اب اتنا ضرور کہا ہے:

''امام شافعی سے منسوب خط کو آپ نے من گھڑت کہا مگر دلیل کوئی نہیں دی۔''

(توبوا الی اللہ قسط دوم صفحہ ۶۴)

سچی بات تو یہ ہے کہ اس قبیل کی خرافات سے کتب بھری ہوئی ہیں، کون سی مشہور اور نامور شخصیت ایسی ہے جس سے منسوب کچھ افسانے نہ ہوں آخر کس کس بات کا جواب دیا جائے؟ آج ایک چیز پیش کی ہے کل دوسری نکال لائی جائے گی، مدافعین احمد کا تو مقصد حیات ہی اپنے امام کا دفاع ہے۔ بڑے ہی افسوس کی بات ہے مدافعین کی جانب دارانہ کتب بینی اور امام کی اندھی عقیدت کی عینک انہیں امام احمد کے خلاف پائے جانے والے مواد میں سے کچھ دریافت کرنے نہیں دیتی، حالانکہ کتب اپنے سینے میں ان سے متعلق بہت سا مواد رکھتی ہیں۔ بہر حال امام شافعی سے منسوب خط جو کہ اک خواب ہی پر مبنی ہے من گھڑت قصہ ہے۔ اس کے لئے مدافعین احمد کے پیش کردہ اس قصہ پر غور کر لینا کافی ہے۔

قصہ میں ہے کہ امام شافعی نے خط لکھ کر اپنے عزیز شاگرد الربیع ابن سلیمان کو دیا اور کہا کہ اس خط کو احمد بن حنبل کے پاس لے جاؤ اور ان سے جواب لے آؤ، وہ گئے، امام احمد سے تفصیلی ملاقات اور تبادلہ خیال کیا اور جواب لاکر اپنے استاد کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اس قصہ کی یہی بات اسے جھوٹ کا پلندہ ثابت کرنے کے لیئے کافی ہے، کیوں کہ خط کو لے جا کر احمد بن حنبل کو دینے اور جواب لانے والے الربیع بن سلیمان نہ کبھی بغداد گئے اور نہ اپنی پوری زندگی میں امام احمد سے ملے، یعنی ان کی ان سے سرے سے کوئی ملاقات ہی ثابت نہیں! اسی لیے ذھبی نے صاف تصریح کی ہے کہ نہ تو امام شافعی کا الربیع بن سلیمان کو خط دے کر بھیجنا ہی صحیح ہے اور نہ ہی خط، ان کے الفاظ ہیں:

ولم یکن صاحب رحلۃ، فاما ما یُروی اَنّ الشافعی بعثه الی بغداد بکتابه الی احمد بن حنبل، فغیر صحیح۔

(سیر اعلام النبلاء جلد ۱۲ صفحہ ۵۸۷ ۔ ۵۸۸)

"الربیع بن سلیمان صاحب رحلت (سفر کرنے والے) نہیں ہیں اور یہ جو روایت کیا گیا ہے کہ امام شافعی نے اپنا خط دے کر انہیں احمد بن حنبل کے پاس بغداد بھیجا صحیح نہیں ہے۔"

امام شافعی کے خواب وخط کے جھوٹ و باطل ہونے کے لیے یہی حوالہ کافی ہے کیوں کہ یہ تاریخ اور اسماء الرجال کے ماہر کی بات ہے جو امام احمد کے ماننے والے، امام شافعی کے مسلک کا دم بھرنے والے اور مدافعین کے معتمد امام ہیں۔ مزید یہ کہ الربیع بن سلیمان کا "صاحب رحلت نہ ہونا" تو ایسی حقیقت ثابتہ ہے جو اس کہانی کو بری طرح فلاپ کر دیتی ہے۔ اب اس سیاسی انداز کی بھلا کیا وقعت ہو سکتی ہے کہ امام احمد کے خط کو مانتے ہو تو امام شافعی کے خط کو بھی مانو، یہ دینداری تو نہیں بلکہ کھلی سیاسی بازی گری ہے۔ مدافعین احمد بن حنبل کی طرف سے اپنے امام کے دفاع میں ایک دوسرا سیاسی حربہ بھی استعمال کیا گیا ہے اور وہ بھی ایک خواب ہی پر مشتمل ہے، ملاحظہ ہو اس سلسلے میں ان کی خامہ فرسائی:

"و روینا بالاسناد الثابت عن محمد بن سلیمان بن فارس قال: سمعت البخاری یقول رأیت النبی ﷺ و کاننی واقف بین یدیه و بیدی مروحة أذب بها عنه

فسألت بعض المعبرين فقال لی أنت تذب عنه الکذب، فهو الذی حملنی علی إخراج الجامع الصحیح، (عکس ھدی الساری فتح الباری صفحہ ۷) محمد بن سلیمان بن فارس نے کہا کہ میں نے امام بخاری کو کہتے ہوئے سنا وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم کو خواب میں دیکھا کہ میں آپؐ کے حضور میں کھڑا ہوں، میرے ہاتھ میں ایک پنکھا ہے، جس سے میں آپؐ کے اوپر سے مکھیاں ہٹا رہا ہوں۔ بیدار ہو کر میں نے بعض معبرین سے تعبیر پوچھی۔ تعبیر دینے والوں نے یہ تعبیر دی۔ فقال لی انت تذب عنه الکذب کہ تم رسول کریمؐ پر سے جھوٹ اور اتہام کو دور کرو گے۔ یعنی جناب رسول کریم کی طرف جن جھوٹ احادیث کی نسبت کی جاتی ہے، تم ان کو دفع کرو گے۔ امام بخاریؒ کہتے ہیں: یہ بات ہے جس نے مجھے اس بات پر آمادہ کیا کہ میں صحیح احادیث کا استخراج کروں۔" (توبوا الی اللّٰہ قسط دوم صفحہ ۶۸)

اس عبارت کو پیش کر کے وہی سیاسی مطالبہ کیا جاتا ہے کہ اس کو بھی مانو، اسکو نہیں مانتے تو پھر امام احمد کی گرفت کرنا بھی چھوڑ دو۔ خواب و خیال کی دنیا میں رہنے والے یہ سیاسی بازی گر خواب اور افسانوں کو اپنے ہتھیار اور ڈھال کے طور پر استعمال نہ کریں تو کیا کریں۔ تاریخ و رجال کی کتب کا تو ادنیٰ طالب علم بھی جانتا ہے کہ کتابوں میں اس قسم کے بے شمار خواب و افسانے موجود ہیں جن میں حقیقت کا ذرا بھی شائبہ نہیں، یہ تو اماموں کے ماننے والوں کی اپنے اماموں کے ساتھ محبت میں غلو کا شاخسانہ ہے۔ کون سی مشہور اور نامور شخصیت ایسی ہے جس سے منسوب اس طرح کے افسانے موجود نہ ہوں۔ اس طرح کی ہر رطب و یابس کا جواب دینا نہ تو ممکن ہی ہے نہ ضروری، مگر چونکہ ملمع سازی کے لیے اس خواب کو خوب اچھالا جا رہا ہے اس وجہ سے اس کا جائزہ اور محاکمہ پیش کیا جا رہا ہے۔

پیش کردہ خواب کے قصہ میں بیان ہوا ہے کہ امام بخاریؒ نے خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ امام بخاری "پنکھے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر سے مکھیاں اڑا رہے ہیں اور اس خواب نے انہیں صحیح بخاری کی تالیف و تصنیف پر آمادہ کیا۔ اب یہ قصہ تو خود بتا رہا ہے کہ یہ کہانی بالکل من گھڑت ہے۔ کیونکہ صحیح بخاری کی تالیف کا سبب انکا خواب نہیں بنا تھا بلکہ انکے استاد اسحاق بن راھویہ نے اس کی تالیف کی خواہش کا اظہار کیا تھا اور اسی بات نے ان کو صحیح بخاری کی تالیف پر آمادہ کیا تھا۔ ملاحظہ ہو:

ابراهیم بن معقل النسفی یقول: " قال ابو عبد الله محمد بن اسمعیل

البخاری، کنا عند اسحاق بن راھویه فقال :لو جمعتم کتاباً مختصراً لصحیح سنة رسول الله ﷺ،قال: فوقع ذلک فی قلبی،فأخذت فی جمع الجامع الصحیح۔" (ھدی الساری مقدمه فتح الباری صفحه ۷)

"ابراھیم بن معقل (امام بخاری کے شاگرد) کہتے ہیں کہ امام بخاری فرماتے ہیں کہ ہم اسحاق بن راھویہ کے پاس تھے،توانہوں نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ کاش تم سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر مبنی کوئی مختصر مگر صحیح کتاب تالیف کرو،استاد کی یہ بات میرے دل میں ایسی بیٹھی کہ میں نے اس کتاب الجامع الصحیح (صحیح بخاری) کو تالیف کیا۔"

سچی اور صحیح بات تو یہی ہے کہ صحیح بخاری کی تالیف کا سبب انکے استاد کی خواہش تھی نہ کہ وہ خواب جسے مدافعینِ احمد بن حنبل پیش کررہے ہیں۔اسی لیے اس سلسلہ میں لکھنے والے سارے ہی لوگ سب سے پہلے اسی کو لاتے ہیں۔اور جن لوگوں نے اس کے ساتھ اس خواب کی کہانی کو بھی لکھ دیا ہے تو وہ بھی محض ''بھرتی'' ہی کیلئے ہے،اور اس میں خواب وخیال کی دنیا میں رہنے والے لوگوں کے ذوق کی تسکین کا سامان ہے۔اس سلسلہ میں ایک قابل غور بات یہ ہے کہ ابن حجر عسقلانی جنہوں نے اس خواب کو مقدمہ فتح الباری میں ٹانکا ہے وہ بھی اپنی ''مایہ ناز'' کتاب تہذیب التہذیب میں محض امام بخاری کے استاد اسحاق بن راھویہ کی خواہش ہی کو پیش کرتے ہیں۔ایک طرف تو اس خواب کی کہانی کو فراہم کرنے والے کا اپنا یہ طرز عمل ہے اور دوسری طرف اس کو یہ لے اڑنے والے ہیں جنہوں نے اسے دانتوں سے پکڑلیا ہے۔ذھبی نے بھی کتنے ہی خواب درج کیے ہیں مگر صحیح بخاری کی تالیف کے ضمن میں صرف اور صرف امام بخاری کے استاد اسحاق بن راھویہ کی خواہش ہی کو لکھنے پر اکتفاء کیا ہے،یہی حال ذھبی کے استاد ابوالحجاج المزی کا ہے۔جب صحیح بخاری کی تالیف کا صحیح سبب موجود ہے تو خواب کی کہانی کے بے سروپا سبب کو استدلال میں لانا نری جہالت ہے۔خواب کے قصہ کو گھڑنے والے نے اس کو تصنیف کرتے وقت اس کے تصنیفی سقم کا خیال نہ رکھا تو کیا ہوا،اس کو پیش کرنے والوں کو بھی عقل ہونی چاہیے۔ ابن حجر ہوں یا امام نووی دونوں نے اس خواب کو بلاسند اور بلاحوالہ ہی درج کیا ہے۔سب سے بڑی بات

تو یہ ہے کہ یہ کہانی حقیقت واقعہ کے بالکل خلاف ہے جبکہ صحیح بات باحوالہ باسند کتابوں میں موجود ہے۔

امام بخاریؒ کو امام احمد بن حنبل کا شاگرد کہا جاتا ہے، ڈاکٹر عثمانیؒ نے دونوں کی حدیث کی کتابوں، صحیح بخاری اور مسند احمد کا تقابل اور موازنہ کر کے بتایا ہے کہ دونوں کے انداز اور سوچ میں کس قدر تفاوت ہے۔ امام احمد اعادہ روح، حیات وسماع فی القبر اور عرض اعمال کی بے تحاشہ روایات لائے ہیں جبکہ امام بخاری اس قسم کی روایات ہی نہیں لائے بلکہ انہوں نے اس کا رد کرنے والی صحیح احادیث پیش کی ہیں۔ امام احمد کے چاہنے والوں کو یہ بات بھی از حد گراں گزری اور اس کے خلاف ایک طوفان اٹھا کھڑا کیا گیا ہے۔ امام احمد کی بڑائی اور بھرم قائم رکھنے کے لیے ایک بے بنیاد بات کو پیش کیا جا رہا ہے، کہتے ہیں کہ امام بخاری نے اپنی صحیح لکھنے کے بعد امام احمد پر پیش کی تھی۔ حوالے کے لئے ھدی الساری مقدمہ فتح الباری کی درج ذیل عبارت پیش کی گئی ہے۔

''ابو جعفر محمود بن عمرو عقیلی نے کہا جب امام بخاری نے یہ کتاب تصنیف کی تو اس کو پیش کیا امام احمد بن حنبلؒ اور یحیٰی بن معینؒ اور علی بن المدینیؒ اور اور لوگوں پر، سب نے اس کتاب کی تعریف کی اور گواہی دی کہ اس میں سب حدیثیں صحیح ہیں مگر چار حدیثوں میں گفتگو کی۔''

(توبوا الی اللہ قسط دوم صفحہ ۳۵)

یہ عبارت[1] پیش کر کے اپنے امام، امام احمد بن حنبل کی شخصیت میں گویا چار چاند لگانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اور ان کے حق میں نعرہ لگایا جاتا ہے:

''اس طرح سے اللہ تعالیٰ نے امام احمد بن حنبل کو وہ عزت بخشی جو رہتی دنیا تک قائم ودائم رہے گی۔''

(توبوا الیٰ اللہ قسط دوم صفحہ ۳۵)

مدافعین احمد بن حنبل کی طرف سے پیش کئے جانے والے اس حوالے سے ان کے امام کی شخصیت میں چار چاند تو کیا لگتے اور ان کی عزت میں کیا اضافہ ہوتا البتہ ان کی اپنی جگ ہنسائی کا سامان ضرور ہو گیا ہے۔ پیش کی گئی عبارت میں دیکھا جا سکتا ہے کہ ابن حجر نے اس کو امام العقیلی سے نقل کیا ہے یعنی یہ بات امام العقیلی کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے صحیح بخاری کو لکھ کر امام احمد، یحیی بن

---

[1] عبارت میں ابو جعفر العقیلی کا نام محمود بن عمرو لکھا ہے جو کہ غلط ہے صحیح محمد بن عمرو ہے۔

معین، علی ابن مدینی وغیرہ کی خدمت میں پیش کیا۔ اب یہ جو امام العقیلی ہیں انہوں نے اپنی پوری زندگی میں امام بخاریؒ سے ملاقات تو کجا ان کو دیکھا تک نہیں۔ امام العقیلی کا سنہ وفات ۳۲۲ھ ہے۔ دستیاب کتب میں اگرچہ ان کا سنہ پیدائش نہیں مل سکا ہے مگر پھر بھی امام بخاری کے سنہ وفات ۲۵۶ھ تک ان کی پیدائش فرض کر بھی لی جائے تو ان کی کم سنی کا جو عالم ہوگا وہ ظاہر ہے۔ چنانچہ امام العقیلی اپنی کتاب ''الضعفاء'' میں امام بخاری کے اقوال بواسطہ نقل کرتے ہیں۔ امام العقیلی کی ''الضعفاء'' ہر جگہ دستیاب ہے اس کی طرف رجوع کر کے دیکھا جا سکتا ہے۔ مدافعین کی پیش کردہ عبارت میں صحیح بخاری کے پیش کئے جانے کے سلسلہ میں امام یحیٰی بن معین اور علی ابن مدینی کے نام نامی بھی لئے گئے ہیں یہ دونوں صاحبان تو امام بخاریؒ اور امام احمد بن حنبل سے بھی بہت پہلے وفات پا گئے تھے۔ معلوم ہوا کہ اس بات میں بھی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اب یہ ساری بحث تو اس صورت میں ہے جبکہ امام العقیلی کے نام سے پیش کی گئی ابن حجر کی اس بات کو صحیح فرض کر لیا جائے۔ مگر بغور دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ ابن حجر کی یہ بات سرے سے ہی غلط ہے۔ ھدی الساری مقدمہ فتح الباری میں انہوں نے اس کو دو جگہ پیش کیا ہے مگر دونوں جگہ سے پتہ نہیں چلتا کہ ان کا ماخذ کیا ہے۔ مگر ان کی دوسری کتاب ''تہذیب التہذیب'' میں بخاری کے ترجمہ میں بھی یہ بات موجود ہے۔ وہاں سے البتہ پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے اسے کہاں سے لیا ہے۔ اس عبارت سے قبل وہ لکھتے ہیں:

و قال مسلمة فی الصلة .... قال و سمعت بعض اصحابنا یقول سمعت العقیلی لما ألف البخاري ...... الخ

یعنی مسلمۃ نے کتاب ''الصلۃ'' میں اسے لکھا ہے، اور وہ بھی اپنے بعض اصحاب کا نام لیتے ہیں جنکا کچھ معلوم نہیں کون ہیں؟ اور کیا ہیں؟۔ اس قسم کی باتوں کو بنیاد بنا کر امام احمد کی عزت بڑھانے کی کوشش کامیاب نہیں ہو سکتی۔ اس سلسلے میں دلچسپ بات یہ ہے کہ ابن حجر نے جن مسلمۃ صاحب کا حوالہ دیا ہے وہ مسلمۃ بن قاسم الاندلسی المتوفیٰ ۳۵۳ھ ہیں۔ ابن حجر نے اپنی کتاب ''تہذیب التہذیب'' میں امام بخاریؒ کے ترجمہ میں ان سے ان کی کتاب الصلۃ کے حوالے سے امام بخاری سے متعلق تین باتیں نقل کی ہیں۔ تینوں ہی ایک سے بڑھ کر ایک ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ''امام بخاری '' خلق قرآن کا

مسلک رکھتے تھے۔" دوسری یہی بات ہے جو کہ زیر بحث ہے کہ "امام بخاریؒ نے صحیح بخاری تالیف کے بعد امام احمد وغیرہ کی خدمت میں پیش کی"۔ اور تیسری بات تو ان دونوں باتوں سے بھی بڑھ کر ہے جو کہ امام بخاریؒ پر صریح اتہام و بہتان ہے، ایسا ظلم کہ جس کی جس قدر بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ وہ یہ ہے کہ "امام بخاریؒ کے محترم استاد علی ابن مدینی نے کتاب العلل لکھی تھی اسے وہ لوگوں کو دکھانے کے معاملہ میں بخیل تھے، ایک دن وہ کسی کام کی وجہ سے کہیں گئے ہوئے تھے امام بخاری نے موقع غنیمت جانا وہ ان کے کسی صاحبزادہ کے پاس گئے اور اسے مال کا لالچ دے کر اس بات پر راضی کیا کہ وہ صرف ایک دن کے لئے وہ کتاب ان کو دے دے، بالآخر اس نے وہ کتاب دے دی۔ امام بخاری نے وہ کتاب کاتبوں سے نقل کروالی اور بعد ازیں واپس کردی۔ جب ان کے استاد علی ابن مدینی واپس آئے اور علل وغیرہ کے مسائل پر کچھ گفتگو کی تو امام بخاری نے ان ہی کی عبارات میں جوابات دیئے تو استاد محترم معاملہ کو سمجھ گئے۔ اس کی وجہ سے وہ اس قدر مغموم و رنجیدہ ہوئے کہ اسی غم میں وفات پا گئے۔ اور امام بخاری اس کتاب کی وجہ سے ان سے بے نیاز ہو کر خراسان کی طرف لوٹ آئے" (تہذیب التھذیب فی ترجمۃ البخاری)۔ مسلمۃ بن قاسم الاندلسی نے اپنی کتاب الصلۃ میں امام بخاری سے متعلق یہ تین باتیں درج کی ہیں۔ ان تینوں کا جھوٹا ہونا ظاہر ہے۔ البتہ ابن حجر صاحب نے ان میں سے دو کو خود جھوٹ کا پلندہ ثابت کیا ہے۔ تیسری بات کا بوگس ہونا اوپر واضح کیا جا چکا ہے۔ امام بخاری سے متعلق من گھڑت و شرمناک کہانیاں پیش کرنے والے کے حوالے سے مدافعین احمد اپنے امام کی عزت بڑھانے کی جو ناروا اور قابل مذمت کوششیں کر رہے ہیں وہ کامیاب تو کیا ہوں گی، الٹا ان کی اپنی رسوائی کا سامان بنیں گی۔ امام بخاری سے ان کی کتاب صحیح بخاری امام احمد کی خدمت میں پیش کروانے والے مسلمۃ بن قاسم کے متعلق ذھبی لکھتے ہیں:

و لم يكن بثقة. قال ابن الفرضي : سمعت من ينسُبُه الى الكذب، و قال لي محمد بن احمد بن يحيى بن مفرج : لم يكن كذاباً ، بل كان ضعيف العقل ... و حُفظ عليه كلامُ سوء في التشبيه.

(سير اعلام النبلاء جلد ١٦ صفحه ١١٠)

''مسلمہ ثقہ نہیں ہے. ابن فرضی کہتے ہیں: میں نے اس سے سنا جو اس کو جھوٹ کی طرف منسوب کرتا تھا اور مجھ سے محمد بن احمد بن یحییٰ بن مفرج نے کہا: جھوٹا تو نہیں البتہ ضعیف العقل تھا........''

ابن حجر نے لسان المیزان اور ذھبی نے میزان الاعتدال میں بھی ان کو ضعیف قرار دیا ہے۔ ابن حجر نے ان سے بخاری کے متعلق ایک کہانی تو نقل کردی ہے مگر انہیں ضعیف بھی قرار دیا ہے۔ معلوم ہوا مدافعین امام احمد کے پیش کردہ مسلمہ بن قاسم جیسے خود ہیں ویسی ہی ان کی باتیں ہیں۔ ان پر تکیہ کر کے اپنے امام کی عزت بڑھانے کی سعی سے کچھ حاصل نہ ہو سکے گا۔ اس سلسلہ میں آخری اور اہم بات یہ ہے صحیح بخاری جن صاحبان (یحییٰ بن معین، علی ابن مدینی، احمد بن حنبل) کی خدمت میں پیش کروائی جارہی ہے ان لوگوں کی زندگی میں تو وہ آب وگل ہی میں نہ تھی۔ یعنی اس وقت تک تو وہ وجود میں ہی نہ آئی تھی۔ اور جب صحیح بخاری کا وجود ہی نہ تھا تو اس کو کسی کی خدمت میں پیش کیا جانا لطیفہ سے کم نہیں! اس کی وضاحت آگے آتی ہے۔ صحیح بخاری امام احمد وغیرہ کی خدمت میں پیش کیے جانے سے متعلق ایک دلچسپ بات یہ بھی ہے کہ صحیح بخاری امام بخاری کے استاد اسحاق بن راھویہ کی خواہش اور تحریک پر لکھی گئی اور ہونہار شاگرد نے اس کی تالیف کے بعد اسے ان کی خدمت میں تو پیش نہ کیا بلکہ اس کام کے لئے دوسرے زعماء منتخب کر لئے۔ اگر کہا جائے کہ عبارت میں لفظ ''وغیرھم'' آیا ہے تو بات تب بھی نہ بن پائے گی کیوں کہ جس کی خواہش اور تحریک پر لکھی گئی سب سے پہلے تو اسی کا نام ہونا چاہیے تھا، جبکہ ان کی تاریخ وفات ۲۳۸ھ ہے۔

حیات وسماع فی القبر اور عرض اعمال کے عقائد کے حاملین اپنے اور اپنے امام کے عقیدہ کے دفاع میں جس جنون اور بے چینی کی کیفیت میں مبتلا ہیں وہ انہیں کسی صورت سکون لینے نہیں دیتی۔ کبھی امام شافعی کو ڈھال بناتے ہیں اور کبھی امام بخاریؒ کو بیچ میں لاتے ہیں۔ امام بخاریؒ کے معاملہ میں ان کا طرز عمل یہ ہے کہ انکی صحیح بخاری سے قبل کی کتابوں سے ایک عبارت نکال کر لے آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ امام احمد کی گرفت کرنی ہے تو اب امام بخاری کی بھی کرو۔ مقصد بہر صورت امام احمد کا دفاع ہوتا ہے۔ امام بخاری کے حوالے اور تعلق سے انکا جو طرز عمل ہے اس کا اطمینان بخش جواب حبل اللہ شمارہ نمبر ے صفحہ

نمبر ۹ تا ۱۰ میں دیا جا چکا ہے۔ اس میں انہیں بتایا گیا تھا کہ امام بخاریؒ نے صحیح بخاری کی تالیف سے قبل اپنے دور کے رائج طریقہ کار کے مطابق اپنی کتابوں میں صحیح وسقیم، ضعیف وحسن ہر قسم کی روایات لکھی ہیں، محدثین کا یہی عام قاعدہ تھا۔ اور جب تک کوئی غلط روایت پر عقیدہ نہ بنائے اس کی گرفت نہیں کی جاسکتی اور نہ ہی کی جانی چاہئے۔ امام بخاریؒ نے تو اپنے استاد اسحاق بن راھویہ کی خواہش پر جب صرف صحیح احادیث کا مجموعہ تیار کر کے مزید اصلاح بھی کر لی تو امام احمد کے دفاع میں امام بخاری کی پرانی کتابوں میں سے عبارت نکال کر اس پر خامہ فرسائی کرنا انتہائی جہالت اور سفاہت ہے۔ امام احمد کے چاہنے والوں نے اپنے دفاعی منصوبے کو ناکام ہوتے دیکھ کر اس معقول جواب پر تنقید وتبصرہ کرنا شروع کر دیا ہے۔ ستم یہ ہے کہ اس سلسلہ میں کہی گئی انتہائی اہم بات کو بڑی صفائی، چالاکی اور عیاری سے نظر انداز کر دیا کہ جس میں محدثین کا قاعدہ بتایا گیا ہے کہ وہ تو اپنے استادوں سے سنی گئی صحیح وضعیف ہر قسم کی روایات کو امت کی معلومات کے لئے جمع کر دیا کرتے تھے اور جب تک وہ اس پر اپنے عقیدہ کا اظہار نہ کریں اس وقت تک اسے انکا عقیدہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اس اہم اور معقول کو بات کو چھوڑ کر اس بات پر زور دیا جا رہا ہے کہ امام بخاری کی صحیح بخاری انکی دیگر کتابوں سے پہلے کی تصنیف ہے۔ جبکہ حقیقت حال تو یہ ہے کہ امام بخاری صحیح وسقیم، ضعیف وحسن ہر قسم کی روایات تو پہلے ہی لکھا کرتے تھے اسی کو دیکھ کر تو انکے استاد اسحاق بن راھویہ نے صرف اور صرف صحیح احادیث کے مجموعہ تیار کرنے کی بات کی تھی۔ پھر بھی اگر دیکھا جائے کہ آخر اس کی دلیل کیا ہے کہ صحیح بخاری امام بخاری کی دیگر کتابوں سے پہلے کی تصنیف ہے، دلیل میں وہی بوگس بات دہرائی گئی ہے:

''امام بخاری نے صحیح بخاری لکھ کر جن استادوں کے سامنے پیش کی تھی ان کے نام یہ ہیں (۱) امام احمد بن حنبل التوفی ۲۴۱ھ (۲) یحیٰ بن معین التوفی ۲۳۳ھ اور (۳) علی ابن المدینی التوفی ۲۳۴ھ۔ ان تینوں کی زندگی میں امام بخاری نے صحیح بخاری مکمل کی تھی اور پھر ان کے سامنے پیش کی تھی اور ان تینوں کے حالات مع سن وفات امام بخاری نے اپنی رجال کی کتب میں لکھے ہیں۔ اس سے یہ بات دو اور دو چار کی طرح واضح ہوگئی کہ امام بخاری نے بخاری پہلے مرتب کی، پھر اس کو اپنے استادوں کے سامنے پیش کیا اور جن کتابوں میں امام بخاری نے ان استادوں کی وفات کا ذکر کیا ہے لامحالہ وہ صحیح بخاری کے بعد بھی زیر تالیف تھیں۔'' (توبوا الی اللہ قسط دوم صفحہ ۸۸)

اس کے بعد مدافعین امام احمد نے امام بخاری کی التاریخ الکبیر اور التاریخ الصغیر سے مذکورہ لوگوں کی تاریخ وفات پیش کی ہیں۔ یہ تو وہی بے پر کی اڑانے والی بات ہے جو کہ صحیح بخاری امام احمد کی خدمت میں پیش کیئے جانے سے متعلق ہے اور جس کا بوگس اور باطل ہونا سطور بالا میں ثابت کیا جاچکا ہے۔ امام بخاری نے جن لوگوں کی تاریخ وفات کا ذکر اپنی کتابوں میں کیا ہے وہ ان سے بہت پہلے وفات پاچکے تھے اس وجہ سے ان کی کتابوں میں اس کا ذکر موجود ہے۔ اس سے یہ تو ثابت نہیں ہوتا کہ صحیح بخاری ان کتابوں سے پہلے لکھی گئی تھی البتہ مدافعین امام احمد کی طرف سے اس سے متعلق امام بخاری کی کتاب التاریخ الصغیر سے ایک عبارت پیش کی گئی ہے:

"عبداللہ بن عبدالرحمن السمرقندی کی وفات ۲۵۵ھ میں ہوئی۔ تاریخ صغیر میں ان کی وفات کا ذکر بھی ہے۔..................اب تو بات بالکل ہی واضح ہوگئی کہ امام بخاری کی آخر تصنیف بخاری نہیں بلکہ تاریخ الصغیر ہے۔" (توبوا الیٰ اللہ قسط دوم صفحہ ۸۹)

مدافعین امام احمد کی یہ نادر تحقیق ہے۔ یہ حوالہ پیش کر کے وہ آپے سے باہر ہوگئے گویا سومنات کو فتح کرلیا گیا ہے، آگے کا تبصرہ تو یہی ثابت کر رہا ہے۔ اب اگر اس کی حقیقت جاننی ہے تو انکی طرف سے پیش کیے گئے حوالے یعنی التاریخ الصغیر جلد ۲ صفحہ ۳۶۷ کو ضرور دیکھنا ہوگا۔ اس کی طرف رجوع کرنے سے معلوم ہوگا کہ اسی کتاب کی، اسی جلد، اسی صفحہ اور اسی عبارت کے ساتھ یہ عبارت بھی موجود ہے:

مات ابو عبد الله محمد بن اسماعيل البخاري رحمه الله ، في سنة ست و خمسين و مائتين ليلة الفطر ، من يوم الجمعة عند صلاة العشاء، و دفن يوم الفطر بعد صلاة الظهر، ومات بسمرقند في قرية يقال لها: خرتنك، ودفن بها رحمه الله عليه ورضوانه .

"ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ نے فطر کی رات سنہ ۲۵۶ میں جمعہ کے دن صلوٰۃ عشاء کے وقت وفات پائی........"

یہ عبارت ان کی طرف سے پیش کی گئی عبارت کے بالکل ساتھ اور بلافصل پائی جاتی ہے۔ اصولی طور پر اب ہونا تو یہ چاہیئے کہ التاریخ الصغیر کو امام بخاری کی آخری نہیں بلکہ وفات کے بعد کی تصنیف

قرار دے دینا چاہیئے کیونکہ اس میں تو امام بخاری کی اپنی تاریخ وفات کا بھی ذکر موجود ہے! التاریخ الصغیر کے محولہ صفحہ کا فوٹو ملاحظے کیلئے پیش کیا جا رہا ہے۔

مدافعین احمد بن حنبل کی طرف سے پیش کی گئی عبارت

من مات في خمس وخمسين ومائتين

قال أبو جعفر: مات أبو محمد عبد الله بن عبد الرحمن السمرقندي في سنة خمس وخمسين ومائتين، في شهر ذي الحجة ليلة عرفة، وهو ليلة الجمعة، ودفن يوم عرفة، ومات بسمرقند في مدينتها (١).

من مات في سنة ست وخمسين ومائتين

مات أبو عبد الله محمد بن إسمعيل البخاري رحمه الله، في سنة ست وخمسين ومائتين ليلة الفطر، من يوم الجمعة عند صلاة العشاء، ودفن يوم الفطر بعد صلاة الظهر، ومات بسمرقند في قرية يقال لها خرتنك، ودفن بها رحمه الله عليه ورضوانه.

وصلى الله على سيدنا محمد، وعلى آله وصحبه، ورضي الله عن الأئمة الذين أفنوا أعمارهم في خدمة سنته والحفاظ على شريعته آمين

امام بخاریؒ کی وفات کے ذکر پر مشتمل عبارت

فوٹو (التاریخ الصغیر جلد ۲ صفحہ ۳۶۷)

اب مدافعین امام احمد بتائیں کہ انکی طرف سے دیئے گئے حوالے میں تو امام بخاری کا سنہ وفات بھی مذکور ہے۔ اگر کتاب میں عبداللہ بن عبدالرحمٰن السمرقندی المتوفی ۲۵۵ھ کی وفات کے مذکور ہونے سے امام بخاری کی کتاب التاریخ الصغیر انکی آخری کتاب ہو سکتی ہے تو اسی کتاب میں مصنف کی اپنی تاریخ وفات مذکور ہونے سے وفات کے بعد کی کتاب بن جاتی ہے۔ کتاب تو امام بخاری ہی کی ہے! مدافعین امام احمد کیا وفات کے بعد مردوں سے دنیا میں آکر کتابیں تصنیف کروانے کے قائل ہیں، ان سے کچھ بعید بھی نہیں حیات فی القبر کا عقیدہ رکھنے والے کتنے ہی لوگ مردوں کے دنیا میں آنے کے قائل ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ مدافعین نے یہ حوالہ دیکر قارئین کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کی ہے یا پھر اپنے تحقیقی جھول کا بیّن ثبوت فراہم کر دیا ہے۔ اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس معاملہ کی کچھ حقیقت بھی سامنے آجائے۔ التاریخ الصغیر میں ۲۵۰ھ تک وفات پا جانے والوں کا ذکر ہے۔ اور کتاب کے صفحہ نمبر ۳۶۲ پر اس کا اختتام ہو جاتا ہے۔ متن کے اختتام پر لکھا ہے:

آخر التاریخ، والحمد للہ رب العالمین۔ (التاریخ الصغیر جلد ۲ صفحہ نمبر ۳۶۲)

''اختتام ہوا التاریخ الصغیر کا اور ساری تعریف اللہ ہی کیلئے ہے جو رب العٰلمین ہے۔''

معلوم ہوا کہ مدافعین احمد بن حنبل کی پیش کردہ عبارت کتاب کے اختتام کے بعد کی ہے۔

اس عبارت کے بعد لکھا ہے **و فی نسختین ھذہ الزیادۃ علی التاریخ** "دونسخوں میں التاریخ پر یہ اضافہ ہے"۔ اور اس اضافے میں سنہ ۲۵۰ھ کے بعد وفات پانے والوں سے لیکر امام بخاری کی اپنی وفات تک کا ذکر ہے۔ اب اگر یہ اضافہ امام بخاری کا خود کا کیا گیا اضافہ کہا جائے تو امام بخاری اپنی تاریخ وفات خود تو رقم نہیں کر سکتے۔ یقیناً یہ اضافہ کسی اور کا کیا ہوا ہے۔ اور مدافعین امام احمد نے التاریخ الصغیر کو امام بخاری کی آخری تصنیف ثابت کرنے کیلئے اسی کا حوالہ دیا ہے۔ مدافعین امام احمد کی طرف سے دیا گیا حوالہ التاریخ الصغیر کے اس نسخہ کا ہے جو کہ محمود ابراہیم زاید کے حاشیہ کے ساتھ دار المعرفۃ بیروت لبنان سے شائع ہوئی ہے۔ یہ نسخہ اور انڈیا و پاکستان میں چھپنے والا نسخہ بنیادی طور پر ایک ہی ہے اس وجہ سے دونوں یکساں متن کے حامل ہیں اور دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ مگر بے تحاشہ اغلاط سے پُر ہیں۔ شائع کرنے والوں نے شائع کرنے کے سلسلہ میں تحقیق کا نام تو لیا ہے مگر تحقیق نام کی کوئی چیز اس میں نہیں۔ بخاری کی تاریخ کی یہی کتاب محمد بن ابراہیم اللحید ان کی نافع اور دقیق تحقیق کے ساتھ دار الاصمعی ریاض سعودیہ سے ''التاریخ الاوسط'' کے نام سے شائع ہوئی ہے۔ فاضل محقق نے بتایا ہے کہ موجودہ ''التاریخ الصغیر'' درحقیقت امام بخاری کی کتاب التاریخ الاوسط ہے۔ شائع کرنے والوں کی عدم تحقیق اور غفلت کی وجہ سے اسے التاریخ الصغیر سمجھا جانے لگا ہے۔ انہوں نے اس کے متعدد نسخوں سے اس کا تقابل بھی کیا ہے۔ اور اپنی بات کے ثبوت میں کافی دلائل بھی پیش کئے ہیں۔ تحقیق کا ذوق رکھنے والے کتاب کی طرف مراجعت کر کے دیکھ سکتے ہیں۔ بہر حال ان کی شائع کردہ کتاب میں سرے سے مدافعین امام احمد کی طرف سے پیش کی گئی ''اضافی'' عبارت موجود ہی نہیں ہے البتہ انہوں نے حاشیہ میں بتادیا ہے فلاں نسخہ میں یہ ''اضافہ'' پایا جاتا ہے۔ اور اس نسخے کا جو حال ہے وہ تو انہوں نے اس کتاب کے مقدمہ میں تفصیل سے بتا ہی دیا ہے۔ اور حاشیہ میں جو وضاحتیں کی ہیں وہ اس پر مستزاد ہیں۔ چنانچہ اب مدافعین امام احمد کا یہ دعویٰ بھی تو گزشتہ دعووں کی طرح نرا بے اصل نکلا۔ رہی یہ بات کہ صحیح بخاری امام بخاری کی آخری کتاب ہے تو اس کیلئے کہیں دور جانے کی ضرورت نہیں آپ کے اپنے ہی لوگ لکھتے ہیں:

''بعض تراجم ابواب کے تحت میں نہ کوئی حدیث ہے نہ قرآن کی آیت نہ اثر صحابی نہ

قول تابعی بلکہ بالکل بیاض ہے، یہ ایسا موقعہ ہے کہ کوئی مسئلہ پیش آیا، لیکن اس کی دلیل بروقت نہ مل سکی، صورت مسئلہ بعنوان ترجمۃ الباب لکھ لیا اس خیال سے کہ اس پر غور کریں گے، اور حدیث یا آیت عقب سے استدلالاً یا تردیداً ترجمۃ الباب کے تحت میں درج کی جائے گی لیکن **موت نے مہلت نہ دی** ۔ بعض مقام میں حدیث ہے ترجمۃ الباب ندارد، یہ اس وجہ سے کہ حدیث صحیح کا تیقّن ہو گیا جس کو کتاب میں داخل کر لیا لیکن **استنباط مسئلہ کی نوبت نہ آئی۔**"

(سیرۃ البخاری محمد عبدالسلام مبارکپوری صفحہ نمبر ۱۶۱،۱۶۲)

ایک طرف مدافعین کا بالکل جھوٹا اور بے بنیاد دعوی ہے کہ امام بخاری نے صحیح بخاری سنہ ۲۳۳ھ تک تالیف کر لی تھی اور دوسری طرف ان کے اپنے ہی لوگ اس کو امام بخاری کی وہ کتاب قرار دیتے ہیں کہ جس کو امام بخاری کی موت نے پوری طرح مکمل نہ ہونے دیا۔ سیرۃ البخاری کے مصنف محمد عبدالسلام مبارکپوری کٹر اہل حدیث ہیں اور مدافعین امام احمد اہل حدیث فرقہ کے بڑے ہی مدح ہیں، اہل حدیثوں کی مدح سرائی میں رقم طراز ہیں:

"اہل حدیث تو قرآن وسنت کے علاوہ تیسری کسی کی بات کو حجت ہی نہیں مانتے۔۔۔۔۔۔"

(توبوا الی اللہ قسط دوم صفحہ ۳۱۹)

مدافعین نے اپنے امام، امام احمد بن حنبل کے دفاع میں جو یہ شوشہ چھوڑا ہے کہ امام بخاری نے صحیح بخاری سنہ ۲۳۳ھ میں تصنیف کر لی تھی اس شوشہ کو موقر و مستند تاریخی شواہد اور واقعات قطعاً بے بنیاد اور جھوٹا ثابت کرتے ہیں۔ ھدی الساری مقدمہ فتح الباری، سیر اعلام النبلاء، کتب رجال و تاریخ، شروحات صحیح بخاری اور امام بخاری کے ترجمہ پر لکھی جانے والی کتب اور اس کے علاوہ بے شمار کتابوں میں امام بخاری اور انکے استاد و ہم عصر محمد بن یحیی الذھلی کے درمیان ہونے والا واقعہ تفصیلاً یا اجمالاً موجود ہے۔ یہ واقعہ سنہ ۲۵۰ھ میں یا اس کے بعد پیش آیا کیونکہ امام بخاری سب سے آخری دفعہ محمد بن یحیی الذھلی کے شہر نیشاپور سنہ ۲۵۰ھ میں ہی گئے تھے اور ایک مدت وہاں مقیم رہے اور اس دور ہی کا یہ واقعہ ہے۔

قدم البخاری نیسابور سنة خمسین و مائتین فا قام بها مدة یحدث علی الدوام (ھدی الساری صفحہ ۶۷۶۔۶۷۷)

اس واقع سے قبل امام بخاری کے محمد بن یحییٰ الذھلی سے انتہائی خوشگوار تعلقات تھے اس واقعہ کے بعد ان کے درمیان رنجش پیدا ہوئی۔ وہ بھی ایسی کہ امام بخاری کو نیشاپور چھوڑنا پڑا۔ اس کے بعد امام بخاری کبھی پلٹ کے دوبارہ وہاں نہ گئے۔ جاتے بھی تو کیسے الذھلی نے ظلماً اس کے راستے مسدود کردئے تھے۔ اس واقعہ کی تفصیل کچھ یوں ہے، امام بخاری سنہ ۲۵۰ھ میں جب آخری مرتبہ نیشاپور گئے تو اس وقت وہاں امام الذھلی کا طوطی بولتا تھا، امام بخاری کی آمد کی خبر امام الذھلی کو ملی تو وہ بھی ان کے استقبال کیلئے پہنچے، امام بخاری نے جب لوگوں کے اصرار پر وہاں مسند درس سجائی تو لوگوں کا سیلاب اُمنڈ آیا نوبت یہاں تک پہنچی کہ امام محمد بن یحییٰ الذھلی کا حلقہ درس جہاں امام بخاری کے درس سے پہلے لوگوں کا اژدھام ہوتا تھا، بے رونق اور ویران ہوگیا۔ اس صورت حال نے انہیں کبیدہ خاطر کردیا۔ امام الذھلی نے پہلے ہی سمجھداری کا ثبوت دیتے ہوئے لوگوں کو منع کردیا تھا کہ کوئی شخص امام بخاری سے کوئی ایسا متنازع کلامی مسئلہ نہ پوچھے کہ انکا جواب ہمارے خلاف ہو اور جس کی وجہ سے انکے اور ہمارے درمیان کوئی نزع پیدا ہو جائے اور مبتدعین کو موقع مل جائے۔ مگر، اے بسا آرزو کہ خاک شدہ، کسی نے ایک روز امام بخاری کی مجلس میں ایسا ایک مسئلہ ان سے پوچھ ہی لیا۔ سائل نے امام بخاری سے پوچھا کہ لفظی بالقرآن مخلوق ہے یا غیر مخلوق امام بخاری نے اس بے تکے سوال کا نہایت عمدہ جواب دیا کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور غیر مخلوق ہے البتہ ہمارے اعمال اور افعال مخلوق ہیں۔ محمد بن یحییٰ الذھلی نے اگرچہ لوگوں کو اس سے روکا تھا کہ وہ امام بخاری سے کوئی اس قسم کا سوال نہ کریں کہ امام بخاری اور ان کے درمیان اختلاف پیدا ہو مگر بعد میں جب انہوں نے اپنی مجلس درس کو ویران ہوتے دیکھا تو امام بخاری کے اس جواب کو غلط رنگ دے کر ان کے خلاف ایک شورش سی برپا کردی اور ان کے خلاف ایک محاذ کھڑا کردیا۔ امام الذھلی کا تعصب و حسد یہاں تک پہنچا کہ انہوں نے کہنا شروع کردیا کہ امام بخاری لفظی بالقرآن مخلوق کے قائل ہیں اور جو ان کے درس میں جاتا ہے وہ انکے عقیدہ پر ہے۔ اور انہوں نے اسی پر اکتفاء نہ کیا بلکہ یہ تک کہہ دیا کہ جو امام بخاری کے درس حدیث میں جاتا ہو وہ ہمارے درس میں نہ آئے چنانچہ

امام مسلم وہاں سے اُٹھ آئے اور امام الذھلی سے جو کچھ لکھا تھا وہ واپس کروادیا۔ امام الذھلی کی کبیدگی اس پر بھی ختم نہ ہوئی، ایک اور اقدام اُٹھایا اور کہا کہ امام بخاری میرے ساتھ اس شہر میں نہ ٹھہریں، چنانچہ ان کے طرزِ عمل نے امام بخاری کو اتنا پریشان کیا کہ انہیں بالآخر نیشاپور چھوڑنا پڑا۔ اور وہ پھر وہاں نہ گئے۔ امام الذھلی نے تعصب اور حسد کی وجہ سے امام بخاریؒ کے خلاف جو محاذ کھڑا کیا وہ اس میں اتنا آگے گئے کہ ابو حاتم اور ابو زرعہ الرازیان کو خط لکھ کر ان کو امام بخاری کے خلاف کردیا حالانکہ اس سے پہلے ان کے آپس میں نہایت خوشگوار تعلقات تھے۔ جب ۲۵۰ھ میں امام بخاری ان کے شہر میں پہنچے تو انہوں نے ان سے حدیثیں سنیں۔ (سیر اعلام النبلاء ،ھدی الساری ، سیرۃ البخاری اور دیگر کتب) اس ساری تفصیل کو یہاں بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ محمد بن یحیی الذھلی چونکہ ان کے استاد ہیں اور انہوں نے ان سے اپنی کتاب صحیح بخاری میں کم و بیش ۳۰، ۳۵ احادیث لی ہیں۔ اور کس طرح سے لی ہیں وہ الذھبی کے الفاظ میں ملاحظہ ہو:

روی عنہ.......محمد بن اسمٰعیل البخاری ،و یدلسہ کثیراً، لا یقول: محمد بن یحیی، بل یقول: محمد فقط،او محمد بن خالد ، او محمد بن عبداللہ ینسبہ الی الجد ، و یعمّی اسمہ لمکان الواقع بینھما ، غفر اللہ لھما۔ (سیر اعلام النبلاء جلد ۱۲، صفحہ ۲۷۴، ۲۷۵)

"ذھبی کہتے ہیں کہ محمد بن اسماعیل بخاری امام الذھلی سے روایت کرتے ہیں اور انکے نام کے ساتھ کثرت سے تدلیس کرتے ہیں، اور روایت کرتے وقت محمد بن یحیی نہیں کہتے بلکہ محض محمد کہتے ہیں یا محمد بن خالد، یا پھر انہیں انکے دادا کی طرف منسوب کرتے ہوئے محمد بن عبداللہ کہتے ہیں، اور امام بخاری کا الذھلی کے نام کو چھپانے کا یہ معاملہ ان دونوں کے درمیان ہونے والے واقعہ کے سبب ہے، اللہ دونوں کی مغفرت کرے۔"

ذھبی نے جس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے وہ وہی ہے جس کو اُوپر بیان کیا گیا ہے۔ امام بخاری کا اپنی کتاب صحیح بخاری میں امام الذھلی کے نام کے ساتھ جو برتاؤ ہے وہ سنہ ۲۵۰ھ کے بعد کا ہے

کیونکہ یہ واقعہ اسی دور کا ہے اور اس سے پہلے امام بخاری کی امام ذھلی سے کوئی پُرخاش نہ تھی۔اس سے بھی ثابت ہوجاتا ہے کہ صحیح بخاری امام بخاری کی آخری تالیف ہے۔مزید یہ کہ ابن حجر نے ھدی الساری صفحہ نمبر ۲۶۴ پر امام بخاری کے پانچویں طبقے کے مشائخ عبداللہ بن حماد الآملی، عبداللہ بن ابی العاص الخوارزمی وحسین بن محمد القبانی وغیرہ کا ذکر کیا ہے اور ساتھ میں امام بخاری کا قول بھی نقل کیا ہے کہ ''محدث اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جبتک وہ ان سے نہ لکھے جواس سے اُوپر ہوں، جواس کے مثل ہوں اور جواس سے نیچے ہوں۔'' مذکورہ بالا پانچویں طبقے کے لوگ وہی ہیں جو امام بخاری سے نیچے کے ہیں اور صحیح بخاری میں ان سے بھی روایت لی گئی ہے۔صحیح بخاری امام بخاری کے آخری دور کی کتاب ہے اس کے اور بھی بہت سے شواہد ہیں۔انشاءاللہ کسی اور موقع پر انہیں پیش کیا جائے گا۔

مدافعین امام احمد کو چاہیے تو یہ تھا کہ وہ اپنے اور اپنے امام احمد کے عقیدہ کو قرآن اور حدیث سے ثابت کرتے مگر اس میں متواتر ناکامی کی باعث اپنا سارا زور اپنے امام کے دفاع میں صرف کرنا شروع کردیا ہے۔اور اس میں بھی خاطر خواہ کامیابی حاصل نہ ہونے کی وجہ سے خلط مبحث کی راہ اختیار کیئے ہوئے ہیں۔کبھی امام شافعی کا نام لیتے ہیں اور کبھی امام بخاری کا نام نامی۔مقصد صرف یہ ہے کہ اپنے امام کے دفاع کا ہدف حاصل کیا جائے اور زیادہ زور امام بخاری پر ہی لگایا جاتا ہے۔خلط مبحث کے لئے یہ بھی کہتے ہیں کہ امام بخاری نے اپنی کتاب ''الضعفاء'' میں امام احمد کو رحمہ اللہ تعالیٰ لکھا ہے۔اس کا حوالہ دے کر گویا اپنی فتح کا اعلان کردیا جاتا ہے۔مدافعین امام احمد کے اس حوالے کو دیکھا جائے تو اس کی حقیقت بھی کچھ نہیں نکلتی۔کیونکہ اس کے لیئے ان کے پاس جو حوالہ ہے وہ وہی ہے کہ جس پر سطور بالا میں کافی روشنی ڈال کر غلط ہونا واضح کردیا گیا ہے۔الہ آباد انڈیا سے امام بخاری کی کتاب التاریخ الصغیر شائع کرنے والوں ہی نے اسے چھاپا ہے اور وہ بھی التاریخ الصغیر کے ساتھ،اس میں انہوں نے جس غفلت اور عدم تحقیق سے کام لیا ہے اس کی بھی نشاندہی اُوپر کردی گئی ہے۔اس کے لیئے امام بخاری کی کتاب ''التاریخ الاوسط'' میں محمد بن ابراہیم اللحید ان کا لکھا ہوا مقدمہ پڑھنا از حد ضروری اور مفید ہے۔

مدافعین امام احمد نے امام بخاری کی کتاب ''الضعفاء'' کا جو حوالہ دیا ہے اس کے تعلق سے یہ بات انتہائی اہم اور قابل غور ہے کہ ''الضعفاء'' میں امام بخاری نے صرف اور صرف امام احمد کے اقوال و آراء ہی پیش

نہیں کیے ہیں بلکہ دیگر بڑے بڑے آئمہ حدیث کو بھی لائے ہیں ان میں سے ایک امام بخاری کے محترم استاد علی بن المدینی ہیں جن کے متعلق امام بخاری کا کہنا ہے کہ میں نے اپنے آپ کو کسی کے سامنے کم تر (چھوٹا) نہ جانا سوائے علی بن المدینی کے (سیر اعلام النبلاء جلد نمبر ۱۲ صفحہ ۴۱۱)۔ کسی محدث اور کسی بھی امام کے نام کے ساتھ امام بخاری نے کسی بھی قسم کا کوئی سابقہ اور لاحقہ نہیں لگایا ہے اور خود امام احمد کا نام اس میں متعدد بار آیا مگر کہیں بھی اس کے ساتھ کوئی لاحقہ موجود نہیں سوائے اس ایک جگہ کے جس کا حوالہ مدافعین کی طرف سے پیش کیا جارہا ہے۔ آئمہ محدثین ہی کی کیا بات اس میں متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام آئے ہیں مگر کسی کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ نہیں لکھا ہے۔ اس کی وجہ صرف اور صرف یہ ہے کہ امام بخاری کا اس کتاب میں یہ انداز تحریر ہے ہی نہیں۔ کتاب الضعفاء ہی نہیں بلکہ زیر بحث کتاب التاریخ الصغیر میں بھی امام بخاری کا یہی انداز ملتا ہے کہ انہوں نے کسی بھی امام بشمول امام احمد بن حنبل کے کوئی لاحقہ نہیں لگایا البتہ یہاں انہوں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے ساتھ ''رضی اللہ عنہ'' لگایا ہے۔ اب یہ جو امام احمد کے نام کے ساتھ کتاب الضعفاء میں ایک جگہ لاحقہ لگا ہوا ہے وہ کسی طرح بھی ان کا نہیں ہوسکتا۔ یہ اس کتاب کو شائع کرنے والوں کی کارستانی ہے یا پھر نسخہ کی کتابت کرنے والے کی۔ اس کے متعلق صحیح طور پر اس کتاب کے دیگر نسخوں سے موازنہ کر کے ہی کہا جاسکتا ہے۔ عرب سے شائع ہونے والی ''الضعفا'' اور الہ آباد سے شائع ہونے والی بنیادی طور پر ایک ہی ہیں۔ لہٰذا اس سے اس کا موازنہ کرنا بے کار محض ہے۔ الضعفاء کا ایک دوسرا نسخہ بھی اس روئے زمین پر موجود ہے دیکھئے وہ کب منظر عام پر آتا ہے۔ امام بخاری نے اپنی تاریخ کی کتابوں ''الکبیر والصغیر'' میں امام احمد کا ترجمہ لکھا ہے مگر ان کے لئے کوئی ایسا لفظ نہیں لکھا، اصولی طور پر یہ وہ مقام بنتا ہے کہ اگر ان کو کچھ لکھنا ہوتا تو یہاں لکھتے۔

مدافعین امام احمد نے جو سارا زور اپنے امام کے دفاع میں لگایا ہوا ہے اس سے نہ انہیں کچھ حاصل ہوا ہے اور نہ ہوسکتا ہے۔ ان کی جتنی اور جس قدر موشگافیاں ہیں ان سے نہ تو حیات وسماع فی القبر ثابت ہوتا ہے نہ عرض اعمال کا عقیدہ نہ تعویذات کے جواز کی دلیل ملتی ہے، نہ خوابوں کے افسانوں میں حقیقت کا رنگ بھرتا ہے اور نہ طاغوت پرستی کی راہ ہموار ہوتی ہے۔ غرض انہیں کچھ حاصل نہیں ہوتا تو پھر اس ساری مشق کا فائدہ کیا؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

موتوا بغیظکم

تاریخ انسانی گواہ ہے کہ کفر و شرک کے ماحول میں دعوت حق جب بھی اٹھی ہے وقت کے احبار و رھبان، سردارانِ قوم اور شیاطین الجن والانس کی طرف سے اس کی شدید ترین مخالفت کی گئی، اور دعوت دینے والوں کو ان کی دشمنی کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اس مخالفت اور دشمنی میں ایک طرف تو دعوتِ حق کو غلط ثابت کرنے کے لئے پورا زور لگایا جاتا اور دوسری طرف دعوت دینے والوں کو ہر طرح نقصان پہنچانے کی سعی کی جاتی، اس میں ناکامی اور نامرادی کا سامنا ہوتا تو دعوت دینے والوں کے خلاف غلط پروپیگنڈا ہی شروع کر دیا جاتا۔ غرض کسی طرح بھی اس دعوت کو مٹانے کے درپے رہتے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت سے حق ہمیشہ ہی غالب ہوا ہے۔

بد نصیبی سے آج بھی کفر و شرک کا گھٹا ٹوپ اندھیرا چہار سو پھیلا ہوا ہے، قبروں کی پوجا پاٹ عام ہے، قبروں میں مدفون مردوں کی دہائیاں دی جاتی ہیں، انہیں مشکل کشا اور حاجت روا مانا جاتا ہے، غیر اللہ کی پکاریں اور نذر و نیاز اسلامی شعار سمجھی جاتی ہیں، مردوں کا واسطہ اور وسیلہ دعاؤں کا لازمی عنصر بن چکا ہے، تعویذ گنڈوں کے ذریعے بیماری، پریشانی اور دیگر ضروریات کا حل نکالا جاتا ہے، الغرض کفر و شرک کے بدترین مظاہر اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ موجود ہیں۔ کفر و شرک کے ان مظاہرات کو امت کے احبار و رھبان کی سرپرستی پوری طرح سے حاصل رہی ہے اور آج بھی ہے۔ فی الحقیقت عوام کالانعام کو اس راہ پر لگانے والے یہی لوگ ہیں۔ گمراہی کو ترویج دینے میں ان کی پیشہ وارانہ ضروریات کے علاوہ دیگر عوامل بھی کارفرما ہیں۔

گمراہی کے اس سیلاب میں اللہ کے ایک مخلص بندے ڈاکٹر مسعود الدین عثمانیؒ نے دعوتِ اِلَی اللہ دی، توحید باری تعالیٰ کو سرِ عام بیان کیا۔ امت کے رہبر و رہنماؤں کا روپ دھارے راہزنوں

کے چہرے پر بھی تقدس کی نقاب کھینچی تا کہ لوگ ان کا اصل روپ دیکھ سکیں۔ کفر بالطاغوت ایمان باللہ کا جز لاینفک ہے اور یہ اس وقت تک ممکن ہی نہیں جب تک کہ طواغیت کی نشاندہی نہ کی جائے، طاغوت کی نشاندہی اس کے متوالوں کو آخر کس طرح گوارا ہو سکتی ہے، ان کے تن بدن میں ایک آگ سی لگ گئی ہے۔ جس کا مظاہرہ آئے دن دیکھنے میں آتا ہے۔ توبوا الی اللہ نامی کتاب بھی اسی کا ایک نمونہ ہے، اس کے "فاضل" مصنف اپنی تحریر کے آئینے میں انگاروں کی طرح دہکتے ہوئے نظر آتے ہیں، مقصد اس تحریر کا بھی وہی ہے کہ لوگوں کو الہ واحد کی طرف بلانے والوں کا راستہ روکا جائے، قبروں کو پوجنے والوں کو مردوں کی حقیقت (اموات غیر احیاء) بتانے والوں کی راہ روکی جائے، غیر اللہ کی پکاروں اور نذر و نیاز کو شرک کہنے والوں کے لب سی دیئے جائیں، تعویذ گنڈوں کو مشرکانہ عمل ثابت نہ کیا جائے اور ان سب سے بڑھ کر اس قلم کاری کا مقصد یہ ہے کہ طاغوتوں کی تکفیر نہ کی جائے۔ شروع سے آخر تک کتاب کو دیکھ لیا جائے بس یہی ایک ساز ہے جو سنائی دے گا، اس تحریر میں اسی قسم کے مقاصد نمایاں طور پر نظر آتے ہیں اس کے علاوہ اس میں کچھ اور نہیں، اپنے اس مذموم مقصد کے لئے لکھتے ہیں:

> "آخر میں ہم اسی شقی القلب عثمانی صاحب اور ان کے تقلید میں بدمست فرقہ عثمانیہ کے ان ظالم اور جامد مقلدین کے بارے میں اتنا ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے اس دین اسلام کو جو نقصان ان کی ضد، ہٹ دھرمی اور انا کی پندار کی وجہ سے پہنچا ہے وہ دشمنان اسلام کی دشمنی سے نہیں پہنچا ہوگا۔ اسلام کے بدترین دشمن، یہود و نصاریٰ، مشرکین و منافقین اور دیگر نے وہ کام نہیں کئے ہوں گے جو ان ظالموں نے توحید و سنت کا لبادہ اوڑھ کر بڑی آسانی سے کر لئے۔"

(توبوا الی اللہ قسط دوم صفحہ نمبر ۲۳۳)

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف موصوف نے انگارے چبا کر اسے لکھا ہے تب ہی ان کا قلم شرارے چھوڑ رہا ہے، موصوف نے اگر یہ لکھ ہی دیا تھا تو امت پر ایک احسان یہ بھی کیا ہوتا کہ اس نقصان کی نشاندہی بھی کر دی ہوتی جو کہ ڈاکٹر صاحب یا ان کی تنظیم نے اسلام کو پہنچایا ہے، ایسا اس لئے نہ کیا گیا کہ ان کے پاس اس کے لئے کچھ تھا ہی نہیں، اب نری الزام تراشی اور تہمت بازی نہ کریں تو کیا کریں۔ ڈاکٹر صاحب اور ان کے ساتھیوں کی دعوت کا مرکز و محور ﴿الحکم للہ واحد﴾ ہے، اسی کی دعوت دیتے اور اسی کی طرف لوگوں کو بلاتے ہیں، قبروں میں مدفون مردوں کو زندہ سمجھنے والوں کو اللہ کا

فہرست

طاغوت کے اولیا

۱۔خط کے متعلق احمد بن حنبل کے شاگرد کی گواہی.................................... صفحہ ۹
۲۔قرع نعال کی حدیث سے عود روح کا غلط استدلال.................................... ۱۰
۳۔امام احمد کے دفاع میں امام شافعی کے خواب کا ہتھیار.................................... ۱۱
۴۔امام شافعی کے خواب وخط کے باطل ہونے کا ناقابل تردید حوالہ.................................... ۱۲
۵۔امام کے دفاع میں خواب پر مبنی دوسرا ایسا ہی حربہ.................................... ۱۲
۶۔صحیح بخاری کی تالیف کا سبب خواب نہیں بلکہ ان کے استاد کی خواہش ہے.................................... ۱۴
۷۔صحیح بخاری امام احمد کی خدمت میں پیش کیے جانے کا افسانہ.................................... ۱۵
۸۔التاریخ الصغیر امام بخاری کی آخری کتاب ثابت کرنے کے لئے ایک بے تکا حوالہ.................................... ۲۰
۹۔التاریخ الصغیر سے متعلق کچھ حقائق.................................... ۲۲
۱۰۔صحیح بخاری امام بخاری کی آخری کتاب، ایک ناقابل تردید تاریخی وواقعاتی حوالہ.................................... ۲۳
۱۱۔امام بخاری کی کتاب الضعفاء میں امام احمد کے نام کے ساتھ رحمہ اللہ کے لاحقے کی حقیقت.................................... ۲۶

موتوا بغیظکم

۱۲۔موصوف کا پٹری سے اترنے کے بعد طرز عمل.................................... ۳۰
۱۳۔تضاد یا تسلسل.................................... ۳۲
۱۴۔قبر پرستی اور عود روح کے اسباب.................................... ۳۳
۱۵۔معوذتین سے نفس انسانی پر ہونے والے نقصانات کا ازالہ.................................... ۳۷
۱۶۔دین آسان ہونے کی نادر اور انوکھی تفسیر.................................... ۳۹
۱۷۔عائشہؓ کے پاس بچوں کو دعا کے لئے لانے سے عجیب استدلال.................................... ۴۱
۱۸۔تعویذات شرک ہیں، اس حدیث پر موصوف کا بیہودہ اور شرمناک تبصرہ.................................... ۴۳

فرمان ﴿ اموات غیر احیاء ﴾ یاد دلاتے ہیں، غیر اللہ کو اپنا حاجت روا اور مشکل کشا مان کر پکارنے والوں کو ﴿ ولا تدع من دون اللہ ما لا ینفعک ولا یضرک ﴾ اور ﴿ وان یمسسک اللہ بضر فلا کاشف لہ الا ھو ﴾ کا مطلب و مفہوم بتاتے ہیں، دین کو پیشہ اور کھانے کمانے کا ذریعہ بنانے والوں کو قرآن کی آیت ﴿ ولا تشتروا بایٰتی ثمناً قلیلا ﴾ کو مان لینے کی دعوت دیتے ہیں، لوگوں کو گمراہ کرنے والے طواغیت کے دامِ فریب سے بچانے کے لئے ان کی نشاندہی کرتے اور مالک کے فرمان ﴿ ان اعبدوا اللہ و اجتنبوا الطاغوت ﴾ کو ان کے سامنے رکھتے ہیں، الغرض ڈاکٹر صاحبؒ اور اس کی تنظیم کی دعوت قرآن و سنت کی دعوت ہے، اس دعوت سے اور اس کی تبلیغ سے بقول توبوا الی اللہ کے مصنف کے اسلام کو نقصان پہنچا ہے! بھلا بتاؤ تو سہی وہ کون سا نقصان ہے جو قرآن و حدیث کی دعوت سے اسلام کو پہنچا ہے، ہاں! یہ بات ضرور ہے کہ بہت نقصان اس دین کو پہنچا ہے جو اسلام کے نام پر رائج تو ضرور ہے مگر اس کی بنیاد قرآن و حدیث نہیں بلکہ یہود و ہنود اور نصاریٰ کے عقائد و اعمال ہیں یا پھر قرآن و حدیث کے خلاف ان کے بڑوں کے اقوال و عقائد و افکار ہیں۔ اس تنظیم کی قرآن و حدیث پر مبنی دعوت ہی تو ہے جس سے مروجہ فرقہ وارانہ باطل دین کو نقصان پہنچا ہے۔ طاغوت کی نشاندہی اور اس کی نکیر طاغوت کے پجاری کو کیونکر گوارا ہو سکتی ہے، طاغوت کی محبت میں سرشار کیسے برداشت کرلیں گے کہ ان کے مقتداؤں کے بھید کھول کر رکھ دیئے جائیں، آج ان کا مشن یہی ہے کہ قرآن و حدیث کی دعوت دینے والی اس تنظیم کو بس کسی طرح سے بھی نقصان پہنچایا جائے، اس کے لئے چاہے انہیں دروغ گوئی کا سہارا لینا پڑے یا فراڈ کے لئے عیاری و چالاکی سے کام لیں۔

قارئین کی معلومات کے لئے یہ بتا دینا مناسب ہے کہ توبوا الی اللہ کے مصنف کبھی اسی تنظیم سے وابستہ تھے کہ جس پر کیچڑ اُچھالنا اب انہوں نے اپنا شیوہ بنالیا ہے، جادۂ حق سے ہٹنے کے بعد پٹری سے ایسے اُترے کہ امت میں عقیدۂ اعادۂ روح کو اسلامی عقیدے کے طور رائج کرنے والے احمد بن حنبل کو پہلے تو سکوت کا فائدہ دیا پھر اس سے ایک قدم آگے بڑھا کر انہیں "رحمۃ اللہ علیہ" کا حق دار قرار دے دیا اور اس کے بعد تو گویا لائن لگ گئی، کسی کو سر کا تاج بنایا تو کسی کو گلے کا ہار اور اسی دوران یہ ترقی بھی حیرت انگیز طور پر ہوئی کہ جب جادو کے سلسلے میں قرآن و حدیث کے انکار پر مبنی موقف اختیار کر کے چند

افراد اس تنظیم سے علیحدہ ہوئے تو طاغوت کے ان پرستاروں نے بھی جادو جادو پکارتے ہوئے ان کو گلے سے لگالیا اور انہوں نے بھی احمد بن حنبل کو "رحمتہ اللہ علیہ" کہنا شروع کردیا۔ الغرض ان لوگوں کی اجتماعیت کی بنیاد ایمان کا کوئی نکتہ نہیں بلکہ صرف اس تنظیم کی مخالفت ہے۔ اب ان کا یہ حال ہے کہ مروجہ دین کے پوری طرح پیروکار بن کررہ گئے ہیں۔ جادۂ حق سے ہٹنے کے بعد انسان شیطان کے ہاتھ میں کھلونا بن جاتا ہے، مالک الملک نے عبرت نگاہی کے لئے اس بات کو اپنی کتاب میں بیان کردیا ہے۔

واتل علیهم نبا الذی اٰتینٰه اٰیٰتنا فانسلخ منها فاتبعه الشیطٰن فکان من الغٰوین ﴿﴾ و لو شئنا لرفعنٰه بها ولکنّه اخلد الی الارض واتبع هوٰه ج فمثله کمثل الکلب ج ان تحمل علیه یلهث او تترکه یلهث ؕ ذٰلک مثل القوم الذین کذبوا باٰیٰتنا ج فاقصص القصص لعلهم یتفکرون ﴿﴾

(الاعراف: ۱۷۵،۱۷۶)

"اور ان کو اس شخص کا حال سناؤ جس کو ہم نے اپنی آیات کا علم عطا کیا تھا مگر وہ ان کی پابندی سے نکل گیا۔ پھر شیطان اس کے پیچھے لگا تو وہ گمراہ لوگوں میں ہوگیا۔ اور اگر ہم چاہتے تو ان آیات سے اس (کے درجے) کو بلند کردیتے، مگر وہ تو پستی کی طرف مائل ہوگیا اور اپنی خواہشات کے پیچھے چل پڑا۔ تو اس کی مثال کتے کی سی ہوگئی کہ اگر تم اس پر حملہ کرو تو اپنی زبان نکالے رہے اور یوں ہی چھوڑ دو تو بھی زبان نکالے رہے۔ یہی مثال ان لوگوں کی ہے جنھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا ہے۔ تم انہیں یہ واقعہ سناؤ تا کہ یہ لوگ غور کریں۔"

پٹری سے اترنے کے بعد موصوف اور ان کے ہمنوا شیطان کے آلۂ کار بن کر کچھ بھی کریں کم ہے۔ تو بوالی اللہ نامی کتاب لکھ کر موصوف نے اپنی ذاتی، اخلاقی اور ذہنی وعلمی سطح واضح کردی ہے، زبان ایسی اختیار کی کہ بڑے بڑے بدگو شرما جائیں، انداز ایسا ہے کہ اخلاقی گراوٹ کے کسی بڑے ایوارڈ کا حق دار قرار پائے، دلائل ایسے بھونڈے کہ جس کی نظیر نہ مل پائے، کتاب کا تانا بانا ایسا بُنا کہ کوئی کچھ نہ سمجھ پائے، ان ساری خصوصیات کے ساتھ یہ بات بالکل واضح ہے کہ ڈاکٹر عثمانی" اور ان کے ساتھیوں کے

ساتھ دشمنی اور بغض عداوت کی اس آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے موصوف نے کہیں کی اینٹ اور کہیں کا روڑا اکٹھا کر کے بھان متی کا کنبہ جوڑا ہے، اس تحریر سے پہلے کی اٹھائی گئی باتوں کو پھر سے پیش کیا گیا ہے حالانکہ ان کا کافی وشافی جواب ''واتقوا اللہ'' کی گزشتہ قسطوں میں دیا جا چکا ہے، ان پرانی باتوں کو ایک دفعہ نہیں بلکہ کئی مرتبہ دہرایا گیا ہے جیسے قوال کسی لفظ یا جملہ کو بار بار دہراتا ہے، اس طرح موصوف نے کتاب کی ضخامت بڑھا کر اپنے ہم ذوقوں سے داد وصول کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کتاب میں موصوف نے اپنی نارسا سمجھ کے مطابق ڈاکٹر صاحبؒ کی کچھ تضاد بیانیاں گنوانے کی نامراد کوشش کی ہے۔ ڈاکٹر صاحبؒ نے لکھا ہے کہ:

''اللہ گواہ ہے کہ بیہقی نے ''دلائل النبوت'' نامی کتاب لکھ کرامت پر سخت ستم ڈھایا ہے...... بیہقی کے بعد مشکوٰۃ کے مصنف نے اس کام کا بیڑا اٹھایا ہے۔ اپنی کتاب میں گھڑی ہوئی جھوٹی روایتوں پر روایتیں لاتے چلے گئے ہیں.........'' (یہ مزار یہ میلے صفحہ ۳۹)

اس پر موصوف نے اپنے ذہنی معیار کے مطابق تبصرہ فرمایا ہے:

''اب مقلدین ہی وضاحت کریں کہ سخت ستم کس نے ڈھایا ہے۔ امام احمد بن حنبل نے یا امام بیہقی نے۔ یا مشکوٰۃ کے مصنف نے؟؟؟ ناطقہ سر بہ گریباں ہے اسے کیا کہیئے! ایک طرف کہتے ہیں کہ شرک و کفر، قبر پرستی کا اصل سبب امام احمد بن حنبل ہے اور دوسری طرف لکھتے ہیں کہ یہ روایتیں شرک کا اصلی سبب بنی ہیں۔ تیرا فیصلہ تیرے ہاتھوں میں!''

(توبوا الی اللہ قسط دوم صفحہ نمبر ۲۱۳)

دیکھنے والا دیکھ سکتا ہے کہ ڈاکٹر صاحبؒ کی عبارت میں ہے کہ بیہقی نے دلائل النبوت نامی کتاب لکھ کرامت پر سخت ستم ڈھایا ہے اور اس کے بعد اس کام کا بیڑا مشکوٰۃ کے مصنف نے اٹھایا۔ بیہقی پانچویں صدی کے آدمی ہیں اور صاحب مشکوٰۃ آٹھویں صدی کے، بیہقی کے بعد صاحب مشکوٰۃ نے اس کام کا بیڑا اٹھایا، اب اس میں نہ کوئی مقابلہ ہے نہ موازنہ اور نہ ہی کوئی تضاد، ڈاکٹر صاحبؒ نے تو یہ بتایا ہے کہ کس طرح ہر ہر دور میں یا اپنے اپنے ادوار میں ان لوگوں نے اسلام اور خدمت حدیث کے نام پر بھرپور نقصان پہنچایا ہے۔ بیہقی کو سخت ستم ڈھانے والا کہا اور صاحب مشکوٰۃ کو اس کا تسلسل قرار دیا، اس سے یہ مفہوم برآمد کرنا کہ گویا احمد بن حنبل بری الذمہ ہوگئے اور پھر اس کو تضاد قرار دینا موصوف کا

"کمال" ہے۔ ڈاکٹر صاحبؒ نے کہیں بھی نہیں لکھا کہ احمد بن حنبل نے سخت ستم ڈھایا ہے۔ بنابریں موصوف کا سخت ستم ڈھانے والے کو بتانے کا مطالبہ نرا احمقانہ ہے۔ ڈاکٹر صاحبؒ نے احمد بن حنبل کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ ان کے اپنے عقیدۂ عودروح کو اسلامی رنگ دیکر اس امت میں داخل کرنے کے حوالے اور تعلق سے ہے، ان کا کہنا ہے کہ "عودروح پر ایمان ہونا چاہیے" اور یہی عقیدہ ہے جو قبر پرستی کی بنیاد ہے، اگر مردے کو مردہ تسلیم کرلیا جائے جیسا کہ فی الواقع وہ ہوتا ہے تو کون اس کو پوجے گا! احمد بن حنبل کا معاملہ اور ہے اور بیہقی وصاحب مشکوٰہ کا اور، نہ تو دونوں کا تقابل کیا گیا ہے اور نہ ہی اس کی کوئی تک بنتی ہے۔ قبر پرستی کا اصل سبب احمد بن حنبل کا عقیدۂ عودِروح بھی ہے اور اس کے حق میں موجود منکرو باطل روایات بھی، دونوں کا چولی دامن کا ساتھ ہے، ان ناقابل قبول روایات کو احمد بن حنبل کے عقیدے نے سند جواز عطا کردی ہے، احمد بن حنبل جیسی شخصیت نے جب اس پر ایمان لانے کو ضروری قرار دیا تو لوگوں نے اس عقیدہ کی تائید کرنے والی روایات کو دانتوں سے پکڑلیا، اس طرح دونوں ہی اس کا سبب بنے ہیں، اور دونوں اصلی ہیں نقلی کوئی نہیں۔ ہر زبان وادب میں قاعدہ ہے کہ جب کسی چیز کی خوبی یا شناعت شدت سے بیان کی جاتی ہے تو اسے سب سے بڑھا کر بیان کیا جاتا ہے، مقصد اس خوبی یا شناعت کو کسی درجہ میں کوئی خاص مقام یا نمبر دینا نہیں ہوتا بلکہ اس کی بے تحاشہ خوبی یا اس کی شناعت کو بیان کرنا ہوتا ہے۔ قرآن اللہ کا کلام ہے، زبان وادب کا بے مثل شاہکار ہے، اس میں بھی اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ و من اضل ممن اتبع هوٰه بغير هدىً من الله ط (القصص : ۵۰)

"اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہوگا کہ جو اللہ کی ہدایت کے بغیر اپنی خواہش کے پیچھے چلے"

۲۔ ومن اضل ممن يدعو من دون الله من لا يستجيب ... هم عن دعآئهم غفلون ﴿۵﴾ (الاحقاف : ۵)

"اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہوگا کہ جو ان کو پکا... پکاروں کا جواب نہیں دے سکتے اور وہ ان کی پکاروں سے غافل ہیں"..

۳۔ و من اظلم ممن منع مسجد الله ان ... سعى فى خرابها ط (البقرہ:۱۱۴)

''اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ کی مسجدوں میں اس کے ذکر سے منع کرے اور انکی خرابی کیلئے کوشش کرے''

۴۔ و من اظلم ممن کتم شهادةً عنده من الله ط (البقرة: ۱۴۰)

''اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ کی شہادت کو جو اس کے پاس ہے، چھپائے۔''

۵۔ و من اظلم ممن افترى على الله كذباً او كذب بآيته ط (الانعام: ۲۱)

''اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا اس کی آیات کو جھٹلائے۔''

۶۔ فمن اظلم ممن كذّب بآيٰت الله و صدف عنها ط (الانعام: ۱۵۷)

''تو اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ کی آیات کی تکذیب کرے اور ان سے پھر جائے۔''

۷۔ و من اظلم ممن ذُكّر بآيٰت ربه فاعرض عنها و نسى ما قدمت يداه ط (الکھف: ۵۷)

''اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا کہ جسے اس کے رب کی آیات سے سمجھایا گیا تو اس نے ان سے منہ پھیر لیا اور جو اعمال پہلے کر چکا ہے انہیں بھول گیا۔''

نفسانی خواہشات کی پیروی کرنے والے اور غیر اللہ کی پکاریں لگانے والے دونوں ہی کے لئے اللہ علیم و خبیر نے ''اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہوگا'' فرمایا ہے۔ اسی طرح مختلف گمراہیوں میں مبتلا لوگوں کے لئے فرمایا کہ ''اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا''۔ اس سے مراد اور مطلب محض یہ ہے کہ یہ افعال قبیحہ اللہ کے نزدیک بدترین ہیں، اول دوئم درجہ دینا یہاں مقصود نہیں اور نہ ہی یہ کوئی تضاد بیانی ہے۔ البتہ موصوف نے اپنا جو خود ساختہ معیار بنایا ہے اس کی بات اور ہے اس کے حساب سے تو یہ بھی تضاد بیانی ٹھہرے گی، مگر یہ تو ازلی و ابدی حقیقت ہے کہ دنیا بھر کے موصوف جیسے ڈگری یافتہ اکٹھے بھی ہو جائیں تو وہ مالک کے کلام سے ذرا سا بھی تضاد نہ نکال پائیں گے، اسی طرح احادیث میں متعدد و مختلف اعمال کو افضل الاعمال بتایا گیا ہے۔ یہ سب زبان و ادب کا قاعدہ اور انداز بیان ہے، ایسا ہر زبان میں ہے، اور زبان و ادب میں یہ انداز عام ہے، موصوف اپنی ایم اے کی چار عدد ڈگریوں کے باوجود اس سے ناواقف ہیں تو موصوف کو اپنے آپ کو ملامت کرنا چاہیے نہ کہ ڈاکٹر صاحبؒ اور ان کے ساتھیوں پر تضاد بیانی کا الزام تھوپیں۔ تو بو الی اللہ کے مصنف نے جس قدر تضاد بیانیاں گنوانے کی کوشش کی ہے وہ بے سروپا

تک بندیوں کے سوا کچھ نہیں، ان میں کوئی بھی تو ایسی عبارت نہیں کہ جس کے الفاظ کو تضاد بیانی پر محمول کیا جا سکتا ہو۔ اسی وجہ سے موصوف کو اس سلسلے میں بڑی فنکاری سے کام لینا پڑا ہے۔ اس سلسلے میں موصوف کی فنکاری ملاحظہ ہو، لکھتے ہیں:

"ایک طرف ڈاکٹر عثمانی صاحب نے لکھا ہے کہ امام احمد بن حنبل پر وار ہوا اور اسی سے ہماری دنیا بھی لٹ گئی اور آخرت بھی برباد ہوئی۔ دوسری طرف یہی عثمانی صاحب کہتے ہیں کہ "یہ سب کچھ قرآن کی آیات اور صحیح احادیث نبوی کی ایسی تفسیر اور تشریح کے ذریعے کیا جاتا ہے جس سے نصوص قرآنی کا انکار اور احادیث نبوی کی تکذیب لازم آتی ہے"۔ (عذاب برزخ صفحہ ۱۰)............
ڈاکٹر عثمانی صاحب کہا کرتے تھے کہ اس امت میں شرک کی افتتاح امام احمد بن حنبل نے کی ہے۔ وہی اس امت کا پہلا مشرک تھا۔ دوسری طرف خود ہی لکھتے ہیں کہ "سب سے پہلے اپنی اسی بات کے ثبوت میں کہ یہی دنیاوی قبر کا مردہ زندہ ہو جاتا ہے۔ بخاری کی صحیح حدیث کو پیش کر کے کہا جاتا ہے کہ دیکھو یہ دفن کیا جانے والا مردہ اپنے دفن کر کے جانے والوں کی چاپ سنتا ہے۔" (عذاب برزخ صفحہ ۱۰) اب ڈاکٹر عثمانی صاحب کی اس تضاد بیانی کا کیا جواب ہے؟ سب سے پہلے بخاری کی روایت پیش کی جاتی ہے۔ قبر پرستی کے دلیل میں یا امام احمد بن حنبل کا خط؟ بھول ہوئی ڈاکٹر عثمانی صاحب سے تو کہاں پر ہوئی؟ ایک طرف یہی ڈاکٹر عثمانی صاحب کہتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل کی وجہ سے اس امت میں یہ سارا کفر و شرک آیا ہے۔ دوسری طرف خود ہی کہتے ہیں کہ ان تاویلات کی حمایت میں منکر روایتوں کا زور لاڈالا جاتا ہے۔ (عذاب برزخ صفحہ ۱۰)"

(توبوا الی اللہ قسط دوم صفحہ نمبر ۲۱۲)

موصوف کی یہ بھونڈی فنکاری نہیں تو اور کیا ہے۔ موصوف مغالطہ دینے کی کوشش میں ہیں کہ عقیدۂ حیات فی القبر احمد بن حنبل کی وجہ سے نہیں بلکہ روایات کی بنا پر پھیلا ہے، اس مغالطہ آرائی کی کوشش میں ہی موصوف حیات فی القبر کے عقیدے کی "بنیاد" اور اس کے "ثبوت" کو ایک ہی چیز بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔ کسی بھی بات کی "بنیاد" اور چیز ہے اور اس کے لئے "ثبوت" اور چیز، اور یہ دونوں الگ الگ ہیں۔ قبر پرستی کی بنیاد مردے کے قبر میں زندہ ہو جانے کے عقیدے پر ہے۔ یہ ایسی ناقابل تردید حقیقت ہے جسے موصوف کسی بھی طرح غلط ثابت نہیں کر سکتے اور اگر موصوف قبر پرستی کی بنیاد حیات فی القبر کے عقیدے کو نہیں بھی مانتے تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے حقیقت پھر حقیقت ہے کسی کے ماننے یا

انکار کرنے سے اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔قبر پرستی کی بنیاد تو حیات فی القبر کے عقیدے پر ہوئی اور حیات فی القبر کی بنیاد کس پر ہے؟ یہ عقیدہ تو قرآن وحدیث کسی میں موجود نہیں۔البتہ اس امت میں تیسری صدی کے مشہور ومعروف احمد بن حنبل وہ شخصیت ہیں جنہوں نے اس پر ایمان لانے کی تلقین کی ہے۔ اسی سے معلوم ہو جاتا ہے کہ حیات فی القبر کے عقیدے کو سندِ جواز دینے اور اس کو اسلامی رنگ دے کر امت میں داخل کرنے والے بھی احمد بن حنبل ہیں۔ویسے تو قبر پرستی ہر دور میں رہی ہے مگر اس امت میں اس کی بنیاد فراہم کرنیوالے، اس پر ایمان لانے کی ترغیب دینے والے، اسے اسلامی عقیدے کے طور پر پھیلانے والے یہ احمد بن حنبل ہی ہیں۔عقیدہ عودِ روح کو فراہم کرنے والے بھی ہیں قرآن وحدیث نہیں۔اب چونکہ اس کو اسلامی رنگ دیا گیا ہے تو اس کو ثابت کرنے کے لئے قرآن وحدیث کی دلیل بہر حال درکار تھی تو اس کے لئے صحیح احادیث کی ایسی تفسیر وتشریح کی جاتی ہے جس سے نصوص قرآنی کا انکار اور احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب لازم آتی ہے، ان کا دوسرا سہارا منکر روایات بنتی ہیں۔اس بات میں کوئی تضاد نہیں۔موصوف چونکہ ٹیڑھا زاویہ نگاہ رکھتے ہیں اس وجہ سے ان کی نگاہ نے اس میں تضاد دریافت کرلیا ہے۔امت کی اکثریت نے احمد بن حنبل کے کہنے سے عقیدہ عود روح اختیار کرتو لیا ہے مگر اس کے لئے قرآن وحدیث سے ثبوت اور اسکی دلیل کی ضرورت بہر حال رہتی ہے۔اور کیونکہ یہ بھی جانتے ہیں کہ احمد بن حنبل مشہور اور نامور شخصیت ہونے کے باوجود دین کا کوئی ماخذ نہیں ہیں تب ہی احادیث کا سہارا تلاش کیا جاتا ہے۔دین کا ماخذ تو قرآن وحدیث ہی ہے، انہیں اپنے اس عقیدے کا ثبوت بھی انہی سے دینا ہوگا۔بنیاد اور ثبوت دو الگ الگ چیزیں ہیں، اتنی سعمولی سی بات بھی جس کی سمجھ میں نہ آتی ہو اس کو تو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی پر اپنی اس سمجھ کی بنیاد پر طعن وتشنیع سے کام لے۔ویسے یہ ان کا پرانا وطیرہ ہے کہ بغیر علم اور بغیر سمجھے بوجھے بڑے ہی پرزور انداز میں طعن وتشنیع کرتے ہیں۔اس سے انہیں حاصل تو کیا ہونا تھا الٹا یہ ہوا کہ ان کی جہالت کا ایک اور تحریری ثبوت فراہم ہوگیا۔

ڈاکٹر عثمانی صاحبؒ نے لکھا ہے:

”قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس کی سورتوں کی تلاوت اور دم سے نفس

انسانی پر سے ہر قسم کے نقصانات کا ازالہ کیا جاسکتا ہے۔"

توبوا الی اللہ کے مصنف نے اس پر بھی تبصرہ فرمایا ہے اور اپنی جہالت وحماقت کا ایک اور نمونہ پیش کر دیا ہے۔ لکھتے ہیں:

"یہ الفاظ" ہر قسم کے نقصانات کا ازالہ" قرآن حکیم میں ہیں۔ یا کسی صحیح حدیث کی ترجمانی ہے؟ یہ شریعت ساز عثمانی ہر قسم کے نقصانات کے ازالے کے لئے معوذتین کس دلیل کی روشنی میں بتلا رہا ہے؟ یا ان کی خود کی شریعت ہے جو چاہے بیان کرے؟؟

(توبوا الی اللہ قسط دوم صفحہ نمبر ۱۹۳)

سورۃ الفلق اور سورۃ الناس کی تلاوت اور دم سے نفس انسانی پر ہونے والے نقصانات کا ازالہ کیا جاسکتا ہے، یہ بات صحیح وصریح احادیث سے ثابت ہے۔ ملاحظہ ہو:

"عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب بیمار ہوتے تو معوذات (قل هو الله احد . قل اعوذ برب الفلق . قل اعوذ برب الناس) پڑھ کر اپنے اوپر دم کرتے، جب ان کا مرض بڑھ گیا تو میں پڑھ کر ان کے ہاتھ ان کے جسم پر پھیر دیتی۔" (بخاری۔ کتاب فضائل القرآن۔ باب فضل المعوذات)

اب یہ جو کچھ حدیث میں بیان ہوا ہے یہ نفس انسانی پر ہونے والے نقصانات کے ازالے کے لئے ہے۔ مگر حدیث کا یہ حوالہ موصوف کی جہالت پر مبنی ہٹ دھرمی کے ازالے کے لئے شاید کافی نہ ہو، درج ذیل حدیث ملاحظہ ہو، شاید اس سے ان کے مرض میں کچھ افاقہ ہو جائے:۔

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پڑھو قل هو الله احد، قل اعوذ برب الفلق، قل اعوذ برب الناس صبح وشام تین بار، یہ ہر معاملے میں تمہاری کفایت کرے گی۔"

(ترمذی۔ کتاب الدعوات۔ باب الدعاء عند النوم)

نفس انسانی پر ہر قسم کے نقصان کے ازالے کے لئے معوذتین کو بتانے پر انہیں اعتراض تھا کہ یہ کس صحیح حدیث کی ترجمانی ہے۔ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ہر معاملے میں کفایت کرنے والی بتا دیا۔ موصوف کے جاہل مطلق ہونے کا اس سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے!

اسی تسلسل میں موصوف نے صحیح بخاری سے ایک حدیث پیش کی ہے کہ جو شخص صبح سویرے

سات عدد عجوہ کھجوریں کھالے تو اسے اس دن کوئی زہر یا جادو نقصان نہیں پہنچائے گا۔ اس حدیث کو پیش کر کے فاضل نقاد نے جو نقد و تبصرہ فرمایا ہے وہ ان کی جہالت و حماقت کا مظہر ہے:

"امام بخاری نے کیا علاج بتلایا، ڈاکٹر عثمانی معوذتین بتلا رہا ہے کس کی مانیں بخاری کی یا عثمانی کی؟ یہاں بھی ڈاکٹر عثمانی صاحب بھول گئے تھے کیا؟ جس کو یہ بھی معلوم نہ ہو کہ بخاری میں کیا ہے اور کیا نہیں ہے، اس کو اتنے بڑے بڑے دعوے کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟

(توبوا الی اللہ قسط دوم صفحہ ۱۹۴)

جادو کے علاج کے لئے ڈاکٹر عثمانی صاحبؒ نے جو معوذتین پڑھنا بتایا تھا وہ ان کی اپنی رائے نہیں بلکہ ان کی یہ بات اس سلسلے میں آنے والی احادیث سے ماخوذ ہے۔ نفس انسانی پر ہونے والے نقصان کے ازالے کے لئے معوذتین پڑھنا تو مسنون تعوذ ہے جبکہ موصوف کی طرف سے پیش کردہ بخاری کی حدیث میں تو صبح سویرے سات عدد عجوہ کھجوریں کھا لینے سے دن بھر زہر اور جادو سے محفوظ رہنے کا ذکر ہے، یعنی یہ تو زہر اور جادو سے محفوظ رہنے کی ایک تدبیر ہے، طب جدید میں اسے بیماری سے قبل بچاؤ یعنی PREVENTION کہتے ہیں جیسے آج مختلف بیماریوں کی ویکسینیشن ہوتی ہے، اور یہ طبی طریقہ علاج ہے۔ یہ علم سے بے بہرہ ان باتوں کو تضاد بیانی کا نام دیتے ہیں حالانکہ ایک کم علم شخص بھی اس چیز سے واقف ہے کہ ایک ہی بیماری کے متعدد طریقہ علاج ہوتے ہیں مزید یہ کہ بیماری کا دوا سے بھی علاج کیا جاتا ہے اور اللہ سے دعا بھی کی جاتی ہے۔ موصوف نے دعا اور دوا میں تضاد برآمد کر کے اپنی بیماری کو ظاہر کر دیا ہے، اور ان کی اس بیماری کا علاج ہمارے پاس نہیں!۔

عقیدہ عود روح اور حیات فی القبر کے حاملین اپنے عقیدے کو منکر روایات اور بخاری کی قرع نعال والی حدیث کے غلط معنی کر کے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جب منکر روایات کی حیثیت واضح کی جاتی ہے تو زیادہ زور قرع نعال والی حدیث پر لگایا جاتا ہے۔ حیات فی القبر اور قبر پرستی کے شیدائیوں نے اس روایت کی غلط تشریح اور تفسیر کر کے اسے دانتوں سے پکڑ رکھا ہے۔ ڈاکٹر عثمانیؒ نے اس روایت کی صحیح تشریح اور صحیح معنی بیان کیے ہیں اور لکھا ہے:

"سچ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کے ذریعے انسانیت کے ایمان کا سخت ترین امتحان لیا ہے"

توبوا الی اللہ کے مصنف نے اس پر بھی تبصرہ جڑ دیا ہے، قارئین ملاحظہ کریں اور سر دھنیں،

لکھتے ہیں:

''اس عبارت کا یہ جملہ پھر سے بار بار پڑھیں۔''سچ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کے ذریعے انسانیت کے ایمان کا سخت ترین امتحان لیا ہے''اس کا صاف اور ظاہر مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انسانیت کو خود (معاذ اللہ) سختی میں ڈالا ہے اور سخت ترین امتحانات میں جب اللہ تعالیٰ ڈال دے تو پھر کس طرح سے کہا جاسکتا ہے کہ یہ دین آسان ترین ہے۔ پھر اس حدیث کا کیا مقصد رہ جائے گا کہ اللہ تعالیٰ مہربان ہے، مہربانی کو پسند کرتا ہے۔ ڈاکٹر عثمانی صاحب کا کہنا تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کے ذریعے انسانیت کے ایمان کا سخت ترین امتحان لیا ہے۔ قرآن وحدیث کا سارا بیان کہ دین آسان ہے سہل ہے، نرمی اور آسانی پیدا کرو، سختی اور تنگی مت پیدا کرو۔ یہ سارے احکامات درست ہیں یا ڈاکٹر عثمانی صاحب نے جو اس کا رد کیا ہے وہ درست ہے؟ تو یہ ہے ڈاکٹر عثمانی صاحب کا کارہائے نمایاں! (توبوا الی اللہ قسط دوم صفحہ نمبر ۲۳۸-۲۳۹)

موصوف کی اس تنقید نے تو ان کی عقل ودانش، فہم وفراست، علم وآگہی کی قلعی ہی کھول کر رکھ دی ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ان کی ہر بات دوسری سے بڑھ کر ہے اور جہالت وحماقت کا بے مثل شاہکار! موصوف نے ''دین آسان ہے'' کی کیا خوب تفسیر فرمائی ہے۔ ان کی تفسیر نے تو اللہ تعالیٰ کا بندوں کی آزمائش اور امتحان کا حق ہی سلب کر ڈالا (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)۔ یہ بات تو بالکل درست اور حق ہے کہ دین آسان ہے۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ انسان کی آزمائش اور امتحان بھی زندگی کے ہر قدم اور ہر مرحلے میں ہے۔ مالک جب چاہے امتحان لے لے اور جس طرح چاہے آزمائے۔ دین کی آسانی سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ موصوف ڈگریوں کی تعداد بڑھانے کے بجائے قرآن وحدیث کا سنجیدگی سے مطالعہ ہی کر لیتے تو جہالت وحماقت کی اس سطح پر نہ ہوتے جس پر اس وقت فائز ہیں!۔ موصوف نے ڈاکٹر عثمانی صاحبؒ کے چند الفاظ کو من مانے معنی کا لبادہ پہنا کر اس کی بنیاد پر فتوؤں کی بارش ہی کر دی ہے۔ مالک نے دین کو سہل وآسان بنایا ہے، مگر اس کے ساتھ ساتھ اس نے انسانوں کی آزمائش کا بھی اہتمام فرمایا ہے، اس سلسلے میں بہت سے حوالے پیش کئے جاسکتے ہیں مگر اختصار کے پیش نظر یہ چند آیات چشم کشائی کے لئے پیش کی جاتی ہیں:

و نبلوکم بالشر و الخیر فتنۃ ط (الانبیاء: ۳۵)

۱۹۔تنقید کی سان پر چڑھائی گئی احادیث موصوف کی تنظیم کی کتاب کی زینت .... ۴۶،۴۵
۲۰۔ڈاکٹر صاحبؒ کی کتابوں کے نام بدلنے کے جرم میں موصوف بھی ماخوذ ۴۷
۲۱۔اعترافِ حقیقت ۴۹

تلک امانیہم

۲۲۔واقدی کذاب کی وکالت وحمایت .... ۵۲،۵۱
۲۳۔مسند احمد میں واقدی کا رنگ نظر آنے کی وجہ ۵۳
۲۴۔امام شافعی اور شیعت ۵۳
۲۵۔امام بخاری کا اپنی کتابوں سے رجوع کرنے کا افسانہ ۵۵
۲۶۔موضوع روایت یا ساریۃ الجبل کی حمایت ۵۶
۲۷۔جھوٹی روایات پر تنقید سے موصوف کو صدمہ ۵۸
۲۸۔متقدمین اور متاخرین جامعین حدیث .... ۶۰،۵۹

بئسما یامرکم بہ ایمانکم

۲۹۔حدیث، تعویذات شرک ہیں پر حملہ ۶۳
۳۰۔اس حدیث کی تصحیح وتحسین اور متابعت .... ۶۶،۶۵
۳۱۔بخاری کی ایک حدیث پر اوچھی ذہنیت کا مظاہرہ ۶۷
۳۲۔شیطان کا اناج چوری کرنے کی کوشش، ایک خاص واقعہ ۶۹
۳۳۔احمد بن حنبل اور تعویذات ۶۹
۳۴۔لفظ ”مرجیہ“ اور محدثین وفقہا کا لفظی اختلاف .... ۷۴،۷۳
۳۵۔اللہ تعالیٰ انسانوں کی آزمائش کرتا ہے مگر موصوف اس کے منکر ۷۵
۳۶۔بخاری اور مسلم میں جادو کی مدت پر موصوف کی قلابازی ۷۶
۳۷۔شیطان کے وقتی اثر سے موصوف کا انکار ۷۷
۳۸۔زبان کی کروٹیں ۷۹
۳۹۔اور دو مشترک ہوگئے ۸۰

"اور ہم تم کو خیر و شر میں آزمائش کے طور پر مبتلا کرتے ہیں۔"

انا خلقنا الانسان من نطفة امشاج نبتليه فجعلنه سميعا بصيرا ﴿﴾ (الدھر: ۲)

"ہم نے انسان کو مخلوط نطفہ سے پیدا کیا تا کہ اسے آزمائیں اس لئے ہم نے اسکو سننے اور دیکھنے والا بنایا"

و ما جعلنا الرء ياالتی ارينک الا فتنة للناس. (بنی اسرائیل: ۶۰)

"اور جو کچھ ہم نے تمہیں دکھایا ہے اس کو انسانوں کے لئے آزمائش بنا کر رکھ دیا ہے۔"

احسب الناس ان يتركوا ان يقولوا امنا و هم لا يُفتنون ﴿﴾ **ولقد فتنا الذين من قبلهم فليعلمن الله الذين صدقوا و ليعلمن الكذبين** ﴿﴾ (العنکبوت: ۲،۳)

"کیا لوگ یہ خیال کئے ہوئے ہیں کہ (صرف) یہ کہنے سے کہ ہم ایمان لے آئے، یونہی چھوڑ دیئے جائینگے، اور انکی آزمائش نہیں کی جائیگی۔ حالانکہ جو لوگ اِن سے پہلے گزرے ہیں ہم نے اُنکو بھی آزمایا تھا۔ سو اللہ انکو ضرور معلوم کریگا جو (اپنے دعویٰ ایمان میں) سچے ہیں اور اُنکو بھی جو جھوٹے ہیں"

اس کے علاوہ یہ بھی دیکھئے کہ قرآن اللہ کی کتاب ہے اور سراسر منبع رشد و ہدایت ہے مگر اس کتاب سے بھی اللہ فاسقوں کی گمراہی کا سامان کر دیتا ہے:

يضل به كثيرا و يهدى به كثيرا و ما يضل به الا الفسقين ﴿﴾ (البقرہ: ۲۶)

معلوم ہوا کہ دین کو آسان اور سہل رکھنے والے مالک نے ہی انسان کی آزمائش اور امتحان کا مکمل اہتمام فرمایا ہے۔ قرآن و حدیث کا ادنیٰ طالب علم بھی اس سے بخوبی واقف ہے اس سے بے خبر اور لاعلم ہیں تو تو بوائی اللہ کے "فاضل" مصنف۔ اس میں لاعلمی کے ساتھ ساتھ موصوف کی عقل کی خرابی کا زیادہ دخل ہے۔ تب ہی استدلال کی بے تمکینی کا بد ترین مظاہرہ کیا ہے۔ حیرت اس بات پر ہے کہ ایسے کوڑھ مغز نے کس چالاکی سے نرمی اور آسانی پیدا کرو سختی و تنگی مت پیدا کرو سے انسان کی آزمائش کی تردید برآمد کی ہے۔ انسانیت کی آزمائش کا تعلق تو اللہ سے ہے جب کہ نرمی اور آسانی کی بات بندوں سے متعلق ہے کہ اپنے معاملات، اپنی عبادات اور اپنے دین میں سختی کی روش اختیار نہ کریں بلکہ نرمی اور آسانی کو اختیار کریں۔ موصوف نے لکھا ہے کہ اللہ مہربان ہے مہربانی کو پسند کرتا ہے۔ تو اس میں شک نہیں۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ وہ قہار بھی ہے اور سخت پکڑ کرنے والا بھی ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ

"ان الله جميل و يحب الجمال" "اللہ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے"، اب اس کے بعد گدھے کی آواز کے متعلق کیا خیال ہے۔ اللہ تو ہر شئے کا اکیلا خالق و مالک ہے۔ موصوف نے "اللہ مہربان" ہے سے اس کی آزمائش کو اس کی مہربانی کے خلاف قرار دے دیا ہے۔ "اللہ جمیل ہے" سے کیا گدھے کی آواز کو کسی اور کی مخلوق قرار دیں گے؟ انتہائی عجیب و غریب استدلال ہے جو موصوف نے کیا ہے اور یہ ان ہی کے شایانِ شان ہے۔

ڈاکٹر عثمانی صاحبؒ نے شگون اور ٹونے ٹوٹکے کے رد میں درج ذیل حدیث پیش کی ہے:

> "ام المومنین عائشہؓ کے پاس نومولود لائے جاتے تھے اور وہ ان کیلئے اللہ کی برکت کی دعا کرتی تھیں۔ ایک دن ایک بچہ لایا گیا اور جب وہ اُس کا تکیہ رکھنے لگیں تو اس کے سر کے نیچے انہیں ایک استرا نظر آیا۔ دریافت کیا کہ یہ کیا ہے۔ گھر والوں نے کہا کہ ہم "جنوں" سے محفوظ رکھنے کیلئے ایسا کرتے ہیں۔ عائشہؓ نے وہ استرا لے کر پھینک دیا اور ان لوگوں کو ایسا کرنے سے منع فرمایا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو (شگون اور ٹوٹکے کو) ناپسند فرماتے تھے اور انہیں ان باتوں سے سخت نفرت تھی۔ اسی لئے عائشہؓ اس سے منع کرتی تھیں۔" (تعویذات اور شرک صفحہ ۱۰)

توبوا الی اللہ کے مصنف نے اس روایت سے جو نکات برآمد فرمائے ہیں وہ انہی کا خاصہ ہے۔ شگون اور ٹونوں ٹوٹکوں کے رد میں آنے والی روایت کو انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پر الزام اور اتہام کا موجب بنا ڈالا ہے۔ انسان کا جب زاویہ نگاہ ٹیڑھا ہو جائے تو کوئی چیز بھی اسے سیدھی نظر نہیں آتی۔ فاضل مصنف اس بیماری کا بری طرح شکار ہیں۔ اس روایت پر موصوف کا تبصرہ اسی بیماری کی علامت ہے، لکھتے ہیں:

> "صحابہؓ یا تابعین پر ان کا یہ وار معمولی نہیں ہے۔ ڈاکٹر عثمانی دانستہ طور پر یہ تاثر پیدا کر رہے ہیں کہ اللہ کے نبی ﷺ نے جن نفوس کی تربیت اور تزکیہ کیا تھا اب وہ پوری طرح کامل مومن نہیں بنے تھے اسی لئے تو نومولود بچے عائشہؓ کے پاس لائے جاتے تھے اور وہ ان کے لئے اللہ کی برکت کی دعا کرتی تھیں......." (توبوا الی اللہ قسط دوم صفحہ نمبر ۸۷۔۸۸)

کیا خوب تبصرہ اور کیا خوب حماقت ہے، بلکہ حماقت کا کوئی بڑا شاہکار۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جن نفوس کی تربیت اور تزکیہ کیا ہے کیا ان کا اپنے بچوں کو دعا کیلئے ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس لے جانا کوئی جرم ہے۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا جو مقام و مرتبہ ہے اس

سے کون واقف نہیں۔ اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اپنے بچوں کو ان کے پاس دعا کیلئے لے جاتے رہے تو اس میں کونسی شرعی قباحت ہے اور اس سے ان کے کامل مومن ہونے پر آخر کیا زد پڑتی ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اپنے آپ پر اپنے دوسرے ساتھیوں کو ترجیح دیتے تھے، اسکی بکثرت مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ ہے کوئی عقل و دانش کا پیکر جو اس ذہنی مریض کو اتنی معمولی سی بات سمجھا دے۔ مذکورہ بالا تسلسل ہی میں موصوف نے مزید یہ سونے پر سہاگہ چڑھایا ہے، لکھتے ہیں:

"اور یہ بھی ساتھ میں سونے پر سہاگہ دیکھیں کہ تکیوں کے نیچے بدشگونی کے استرے مل رہے ہیں۔
یہ مقلدین یہ وضاحت ضرور کریں اس امت میں تکیوں کے نیچے استرے رکھنے والی بدشگونی کس نے ایجاد کی؟ صحابہؓ نے یا تابعین نے؟ ڈاکٹر عثمانی نے یہ روایت لا کر شرک اور بدشگونی کا غلیظ الزام صحابہؓ یا تابعینؒ پر ڈالنے کی جسارت کی ہے اللہ کی پناہ! ہم نہیں مانتے اس جھوٹ کو صحابہؓ اور تابعینؒ اس قسم کی بدشگونیوں سے قطعی بری تھے۔" (توبوا الی اللہ قسط دوم صفحہ نمبر ۸۸)

موصوف نے ان الفاظ سے قبل جو حماقت کی تھی اسے یہاں بڑی عیاری سے دوسرا رخ دینے کی کوشش کی ہے۔ یہ بات یاد رہے کہ احمق جب چالاکی و عیاری کا مظاہرہ کرتا ہے تو وہ پہلے سے زیادہ مضحکہ خیز ہو جاتا ہے، یہاں بھی موصوف کو ایسی ہی صورت حال کا سامنا ہے۔ موصوف نے چالاکی یہ دکھائی ہے کہ نومولود بچے کے تکیے سے نکلنے والے استرے کو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور تابعین کے کھاتے میں ڈال دیا۔ حالانکہ روایت کے الفاظ تو یہ ہیں کہ "ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس نومولود لائے جاتے تھے اور وہ ان کے لئے اللہ کی برکت کی دعا کرتی تھیں۔ ایک دن ایک بچہ لایا گیا اور جب وہ اُس کا تکیہ رکھنے لگیں تو اس کے سر کے نیچے انہیں ایک استرا نظر آیا" (ادب المفرد صفحہ ۱۸۰)۔ روایت میں تو صاف مذکور ہے کہ ایک دن ایک بچہ لایا گیا اور اس کے سر کے نیچے استرا نظر آیا۔ یہ تو ایک دن اور ایک بچے کا واقعہ بیان ہوا ہے اور فاضل مصنف نے نہایت چالاکی اور عیاری سے اسے ایسے پیش کیا ہے کہ گویا یہ معمول رہا ہے۔ روایت میں تو دراصل نومولود بچوں کو عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس برکت کی دعا کیلئے لانے کا معمول بیان ہوا ہے اور استرا نظر آنے کا واقعہ محض ایک دن کا ہے اور روایت میں یہ بھی مذکور نہیں کہ بچے کو لانے والا کون تھا کہ جس کے تکیے کے نیچے سے یہ استرا برآمد ہوا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اسلام بڑی تیزی سے پھیلا ہے، کتنی ہی اقوام اور قبائل جوق در جوق اسلام میں

داخل ہوئے ہیں۔ یقیناً وہ کوئی نو مسلم یا نو مسلمہ ہی ہونگی جن کو ابھی اسلام سے متعلق پوری طرح معلومات نہ ہوں گی۔ جب روایت میں اس بات کا کوئی بیان نہیں کہ بچے کو لانے والا کون تھا تو محض اپنے باطل قیاس وگمان کی بناء پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پر یہ بہتان...؟ (استغفر اللہ) موصوف نے بڑی رنگ آمیزی سے ایک دن کے منفرد واقعے کو کس طرح معمول کے طور پر پیش کیا اور اس پر اضافہ بھی فرمایا ہے کہ امت میں یہ بدشگونی کس نے ایجاد کی ہے!۔ اس طرح کی چیزیں تو اسلام سے قبل مختلف اقوام اور قبائل میں موجود تھیں اسلام لانے کے بعد انہوں نے ان سب چیزوں کو چھوڑا ہے اور اگر کسی نو مسلم نے لاعلمی کی وجہ سے اپنے سابقہ رواج کے مطابق ایسا کیا تو اس کی بنیاد پر اتنی بے تکی ہانکنے کا کوئی جواز ہی نہیں بنتا، یہ محض شیطان ہے جو ان کے بے لگام قلم سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے لئے یہ سب کچھ لکھوا رہا ہے۔

تعویذ گنڈوں کے رد میں ڈاکٹر عثمانی صاحبؒ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کہ ''دم تعویذ تولہ سب شرک ہیں'' پیش کی ہے اور حبل اللہ میں یہ روایت تفصیلاً نقل کی گئی ہے۔ توبوا الی اللہ کے مصنف نے اس پر اپنی شرمناک گندی سوچ کو اگل کر رکھ دیا ہے، لکھتے ہیں:

> ''عبداللہ بن مسعودؓ کی زوجہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ عبداللہ نے میری گردن میں ایک دھاگہ دیکھا۔'' کس قدر ڈھٹائی کے ساتھ ان ظالموں نے عبداللہ بن مسعودؓ کے گھرانے میں شرک کو ٹھونسنے کی کوشش کی ہے اگر ان کے گمان کے مطابق صحابیؓ کے گھر میں شرک رواج پا رہا ہے۔ ان کی زوجہ جو خود صحابیہؓ ہے وہ ہی شرک میں مبتلا ہے اور شرکیہ دھاگہ ان کے گلے میں راج کر رہا ہے (معاذ اللہ) تو پھر کون محفوظ ہوگا یہ تو اچھا ہوا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نظر پڑ گئی۔ ''انہوں نے اس کو پکڑا اور توڑ ڈالا پھر فرمایا تم آل عبداللہ شرک سے بے نیاز ہو''! ویسے ان ظالموں کے گمان کے مطابق آل عبداللہ شرک سے بے نیاز تو نہیں تھے (معاذ اللہ) یہ عبداللہ بن مسعودؓ نے ان کو بے نیاز کر دیا ورنہ ان کے گلے میں شرکیہ دھاگہ ہوتا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) یہ ہے ان ظالموں کی بکواس جس کو سن کر ہول طاری ہو جاتا ہے۔
>
> (توبوا الی اللہ قسط دوم صفحہ ۱۱۳)

یہ تبصرہ موصوف کی شیطانی گندی سوچ وفکر کا آئینہ دار ہے، جس طرح انسان اپنے قول وفعل کے آئینے میں نظر آتا ہے اسی طرح اپنی تحریر کے آئینے میں اسکے خدوخال نظر آتے ہیں۔ توبوا الی اللہ نامی

کتاب کی ایک ایک سطر اسکے لکھنے والے کی شخصیت پر روشنی ڈال رہی ہے۔ بہر کیف قرآن وحدیث سے استخراج واستنباط کے بھی کچھ اصول وقواعد ہیں۔ مگر موصوف کو کسی قاعدے وکسی ضابطے سے کوئی سروکار ہی نہیں۔ ان کا انداز وطریقہ تو بالکل نرالا اور اچھوتا ہے اور اگر میل کھاتا ہے تو منکرینِ حدیث کے گروہ سے، قرآن وحدیث سے استخراج واستنباط کا طریقہ تو یہ ہے کہ ان میں بیان کی گئی کسی بات کا وہی مطلب لیا جاتا ہے جو کہ اس میں بطور نتیجہ بیان کی گئی ہوتی ہے۔ مثلاً قرآنِ کریم میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے سورج چاند اور ستارے کو اپنا رب بتلایا مگر آخر کار اپنے حقیقی رب پر ایمان کا اعلان کر دیا۔ اس واقعہ میں نتیجتاً جو بات بیان ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے اللہ رب العالمین کو اپنا رب قرار دیا ہے سورج چاند اور ستاروں کو رب کہنا محض اس بات کو واضح کرنا تھا کہ یہ مخلوق ہیں اور مخلوق کسی طرح بھی رب نہیں ہو سکتی۔

تو بوالائی اللہ کے مصنف کے طرزِ استدلال سے تو اس پر بھی اعتراض وارد کئے جا سکتے ہیں۔ انبیاء شرک نہیں کرتے اور سورج چاند اور ستاروں کو اپنا رب بتلانے سے ان کے نقطہ نظر کے مطابق ان پر شرک کا الزام عائد ہو جاتا ہے۔ (نعوذ باللہ من ذلک) اس اصول اور قاعدے کی وضاحت کیلئے اور بہت سی آیات واحادیث موجود ہیں۔ مگر اس کو سمجھے گا تو وہی جو عقل وخرد کا کچھ مادہ رکھتا ہو۔ عقل وخرد سے عاری اور تنقید کی تیز چھری کے حامل سے اس کی توقع قطعاً عبث ہی ہوگی۔ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا گلے میں دھاگہ ڈالنا تو ان کی لاعلمی کی وجہ سے تھا جیسا کہ روایت کے الفاظ سے واضح ہے۔ انہوں نے لاعلمی کی وجہ سے ایسا کیا اور معلوم ہوتے ہی اس سے چھٹکارا حاصل کر لیا۔ اس سلسلے میں ان کے ذہن میں جو بات تھی اس کو بھی اسی وقت اپنے شوہر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے رکھا جس کی انہوں نے وضاحت کر دی پھر وہ مطمئن ہو گئیں۔ ایک گھریلو خاتون کو اس وقت تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک فرمان نہ پہنچ پایا تو اس میں عجوبے والی کوئی بات بھی نہیں۔ اس وقت ذرائع ابلاغ کی وہ صورت تو نہ تھی جو آج ہے۔ سارے صحابہ بھی احادیث کے ذخیرہ کے معاملے میں برابر نہ تھے۔ احادیث کی کتب میں اس طرح کے بہت سے واقعات ملتے ہیں کہ کسی صحابی نے لاعلمی کی وجہ سے کوئی معاملہ روا رکھا پھر کسی دوسرے صحابی نے ایسا دیکھ کر متعلقہ حدیث سے مطلع کیا تو انہوں نے فوراً اس سے رجوع کر کے اپنے ساتھی کی بات کو اختیار کر لیا۔ اس حدیث اور اس واقعہ میں بھی نتیجتاً تعویذ گنڈے کے شرک کی

صاف طور پر تردید اور نفی کر دی گئی ہے۔ اس حدیث کا یہی مطلب ہے۔ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہودی کے پاس جانے کا واقعہ تو قبل از اسلام کا ہی ہو سکتا ہے۔ جب روایت میں کوئی ایسا لفظ موجود نہیں جس سے ان کا ایمان لانے کے بعد یہودی کے پاس جانے کا پتا چلتا ہو تو پھر اس کی اپنی طرف سے ایسی تاویل کرنا گویا کہ وہ ایمان لانے کے بعد کسی یہودی پنڈت کے پاس جاتی ہوں، صریح زیادتی اور بدذیانتی ہوگی۔ جب کہ روایت کے الفاظ بھی واضح کر رہے ہیں کہ وہ اپنا سابقہ واقعہ بیان کر رہی ہیں۔ اسلام سے قبل عربوں کی جو دینی و معاشرتی خستہ حالی تھی وہ تو ظاہر ہی ہے۔

دراصل موصوف نے چند احادیث پر بے حیائی کا لبادہ اوڑھ کر تبصرہ کیا ہے۔ **حیا ایمان کا ہی** ایک شعبہ ہے اور جب حیاء ہی نہ ہو تو اذا لم تستحی فاصنع ماشئت " جب **تجھ میں حیا نہ ہو تو جو** جی چاہے کر"۔ موصوف نے اپنے تبصرہ میں رنگ آمیزی کے لئے شیطانی کاروائی نامی سرخی لگا کر جو کچھ لکھا ہے وہ ان کے خبیث باطن کا اظہار اور پلید نفس کا ثبوت ہے، اتنا کچھ لکھ کر اس پر جو معذرت کا ڈھونگ رچایا ہے یہ بھی ایک فریب کاری کا انداز اور شیطانی کاروائی ہے۔

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی احادیث پیش کرنے پر ڈاکٹر عثمانی" کیا کچھ نہیں بنا دیئے گئے مگر اب اس کا کیا ہوگا کہ موصوف ڈاکٹر عثمانی" اور ان کی تنظیم کو داغ مفارقت دینے کے بعد جس تنظیم اور جس پلیٹ فارم پر کھڑے ہوئے ہیں اور جس کے لئے یہ سارے کام کر رہے ہیں وہ خود ان احادیث کو اپنی کتاب "پیام حق" میں لکھ لکھ کر شائع کرتی اور بانٹتی ہے۔ یہی نہیں بلکہ موصوف خود اس کے تقسیم کار بنے ہوئے ہیں۔ شاید یہ بات ان کی سمجھ میں نہ آئے۔ ذرا ملاحظہ ہو:

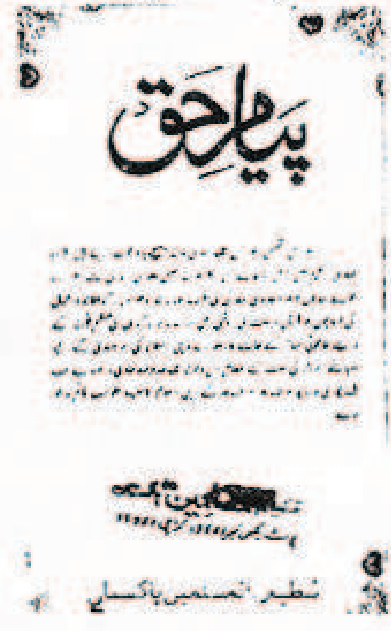

عکس "پیام حق" ٹائٹل

4۔ زینبؓ روایت کرتی ہیں کہ میرے شوہر عبداللہؓ بن مسعود نے میری گردن میں ایک دھاگہ دیکھا۔ پوچھا یہ کیا ہے میں نے کہا یہ دھاگہ ہے اس میں میرے لیئے دم کیا گیا ہے۔ تو عبداللہؓ بن مسعود نے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ اور کہا اے اہل عبداللہؓ تم شرک سے بے پرواہ ہو۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ دم تعویذ اور تولہ (محبت کا تعویز) سب شرک ہیں۔ (بعض قسم کے دم جن میں شرکیہ الفاظ نہ تھے ان کی آپؐ نے رخصت دے دی۔ مگر تعویذ کی نہ دی۔) (ابو داؤد مشکواۃ باب طب و رقی)۔

5۔ ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کے پاس نومولود لائے جاتے تھے اور وہ ان کے لئے برکت کی دعا کرتی تھیں ایک روز ایک بچہ لایا گیا جب وہ اس کا تکیہ رکھنے لگیں تو اس کے سر کے نیچے ان کو ایک استرا نظر آیا۔ دریافت کیا کہ یہ کیا ہے انہوں نے کہا کہ ہم جنوں سے محفوظ رکھنے کے لئے ایسا کرتے ہیں عائشہؓ نے وہ استرا لے کر پھینک دیا۔ اور ان لوگوں کو ایسا کرنے سے منع فرمایا۔ اور کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان (ٹوٹکوں وغیرہ) کو ناپسند فرماتے تھے اور آپ کو ان باتوں سے سخت نفرت تھی۔ اس لئے عائشہؓ اس سے منع فرماتی تھیں۔ (ادب المفرد۔ بخاری ص۔ 180 باب طیرہ من الجن۔)

عکس

"پیام حق"

صفحہ نمبر ۱۰

خط و کتابت و رابطہ کے لئے پتہ:۔ ناظم نشر و اشاعت مرکز المسلمین معرفت

یونس راج ہاؤس نزد گورنمنٹ ہائی سکول مانانوالہ ضلع شیخوپورہ پوسٹ کوڈ 39170

ڈاکٹر بشیر احمد۔ توحید کلینک نزد اللہ وسایا طرز بازی روڈ ملتان پوسٹ کوڈ 60600

مسجد توحید، بین جی کے یونٹ نمبر ۱۰ نزد پیڈ ہوٹل۔ فیڈرل بی ایریا، کراچی۔

مسجد و جیم، بی ی ۔ ۲۲ [illegible] ہاؤسنگ سوسائٹی ملیر ہالٹ۔ کراچی پوسٹ کوڈ ۷۵۲۱۰

[illegible] مسکین، [illegible] کالونی نمبر ۱۰ نزد مسجد توحید [illegible]۔ کراچی ۳۱

محمد قاسم، خان پوسٹ بکس نمبر ۱۵۵ ملتان۔ پوسٹ کوڈ ۶۰۰۰۰

محمد حاوی صاحب، مسجد توحید [illegible] تحصیل [illegible] ضلع صوابی صوبہ سرحد پوسٹ کوڈ [illegible]

تجل خان صاحب، گاؤں [illegible] ڈاکخانہ ۔ [illegible] تحصیل و ضلع چارسدہ صوبہ سرحد

عکس

"پیام حق"

صفحہ نمبر ۱۵

(کتاب کے تقسیم کاروں کی آخری سطر میں تجل خان کا نام اور پتہ بالکل واضح ہے)

ملاحظہ کیا، قارئین یہ وہ کتاب ہے جسے انہوں نے پٹڑی سے اترنے کے بعد چھاپا اور تقسیم کیا۔ اس میں وہ روایات موجود ہیں جن پر موصوف نے زہر اگلا ہے اور ان روایات کو پیش کرنے پر ڈاکٹر عثمانی صاحبؒ اور ان کے ساتھی غضب کا نشانہ بنے ہیں۔ ایک طرف ان احادیث پر تنقید ہے اور دوسری طرف اسے ہی فرمان رسول کے نام سے لکھتے اور شائع کرتے ہیں۔ کیسا دورخا پن ہے اور کیسی بے شرمی ہے۔ ایسے ہی دو رخے کو تو حدیث میں ذو الو جھین کہا گیا ہے۔ عجیب وغریب رویہ اور طرفہ تماشہ ہے ایک طرف تو ان احادیث کو اپنی کتاب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بتا کر پیش کرتے ہیں دوسری طرف انہی کو اپنی شیطانی کاروائی کی بھینٹ چڑھا جاتے ہیں۔ ان روایات کو پیش کرنے پر ڈاکٹر عثمانی صاحب پر تہمتوں اور فتووں کی بارش کر دی اب کیا یہی ساری باتیں موصوف پر پوری کی پوری چسپاں نہیں

ہوتیں۔ اب ان کی ایک اور کارستانی ملاحظہ فرمایئے۔ موصوف ڈاکٹر عثمانی صاحبؒ کے ساتھیوں پر برستے ہوئے لکھتے ہیں:

''ان مقلدین نے ڈاکٹر عثمانی صاحب کی کتابچوں کے تمام ناموں کو ہی بدل ڈالا مثلاً ''یہ قبریں یہ آستانے'' کو ''یہ مزار یہ میلے'' سے ''تعویذ گنڈا شرک ہے'' کو ''تعویذات اور شرک'' سے ''وفات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' کو ''وفات ختم الرسول صلی اللہ علیہ وسلم'' سے ''توحید خالص قسط اول'' کو ''ایمان خالص قسط اول'' سے ''توحید خالص قسط دوم'' کو ''ایمان خالص قسط دوم'' سے اور ''عذاب قبر'' کو ''عذاب برزخ'' سے تبدیل کردیا۔ یہ سب نام ان مقلدین نے ڈاکٹر عثمانی صاحب کے کتابچوں سے بدل دیئے۔ کیا یہ سب کچھ بدترین خیانت نہیں اور بددیانتی کے زمرے میں نہیں آتا؟ (توبوا الی اللہ قسط دوم صفحہ ۶۰)

موصوف کی اس عبارت میں ایک عیاری پوشیدہ ہے۔ ڈاکٹر عثمانی صاحبؒ کا ایک کتابچہ بنام ''نجات کی صرف ایک ہی راہ'' ہے جو کہ ''فلاح کا راستہ'' کے نام سے شائع ہوتا ہے۔ اس کا نام نامی اس میں غائب کردیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کتابچے کو یہ لوگ بھی ''فلاح کا راستہ'' کے نام ہی سے چھاپتے ہیں۔ نام کی تبدیلی پر ڈاکٹر عثمانی صاحبؒ کے ساتھی تو کیا کچھ بنا دیئے گئے مگر یہ لوگ خود ''نجات کی صرف ایک ہی راہ'' نامی کتابچے کو ''فلاح کا راستہ'' کے نام سے چھاپ کے کیا کچھ ہوگئے!۔ ڈاکٹر عثمانی صاحبؒ کی کتابوں کے نام تبدیل کرنا ''جرم'' ہے تو موصوف اور ان کے ہمنوا بھی تو آخر یہی سب کچھ کرتے ہیں۔

ایک طرف تو لوگوں کی اصلاح کے لئے ڈاکٹر عثمانی صاحبؒ کی کتاب چھاپ کر بانٹتے اور اس طرح ان کی علمیت کا اعتراف بھی کرتے ہیں اور دوسری طرف ان کو گالیاں دیتے اور ان کی علمیت میں کیڑے نکالتے ہیں، ذو الوجہین کی یہی تو صفت ہے اور یہی کردار۔ لوگوں کو شرک سے بچانے اور ایمان خالص کی طرف بلانے کے لئے یہ اب بھی ڈاکٹر صاحب کی کتاب ''فلاح کا راستہ'' لوگوں کی ہدایت کے لئے چھپواتے اور تقسیم کرتے ہیں لیکن اس میں بھی عیاری کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتے۔ انہوں نے اس کتاب کے ٹائٹل سے مصنف کا نام ہی غائب کردیا، اور اس کو اپنی جماعت کے نام سے موسوم کردیا جب کہ کتاب میں کوئی تبدیلی نہیں۔ ملاحظہ فرمایئے ہماری تنظیم کی طرف سے اور تجلی خان کی

طرف سے چھپنے والی کتب کا عکس:

(ہماری تنظیم کی طرف سے چھپنے والی کتاب کا عکس)

(تجلی خان کی طرف سے چھپنے والی کتاب کا عکس)

اور پھر عیاری پر عیاری ملاحظہ فرمایئے کہ اپنی ایک اور کتاب " آیئے! توحید خالص کی طرف پلٹ آیئے" (جو کہ مسجد توحید فیڈرل بی ایریا گلبرگ کے پتے سے چھپی ہے) کے آخری صفحے کے اندرونی حصے پر انہوں نے اپنی تنظیم کی کتب کی لسٹ شائع کی اور ہر کتاب کے سامنے اس کے مصنف کا بھی نام لکھا۔ "بھولا سبق" اور "فلاح کا راستہ" نامی کتب کے سامنے ان کے مصنف کا نام "مسعود عثمانی" لکھا تا کہ لوگ واضح طور پر پہچان نہ سکیں کہ یہ کتب ڈاکٹر صاحب ؒ کی تحریر کردہ ہیں۔ اس لئے کہ ڈاکٹر صاحب ؒ کی کتب پر "ایکس کیپٹن ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی" لکھا ہوتا ہے۔ لوگ پہچان جاتے تو ضرور پوچھتے کہ آج بھی تم ڈاکٹر صاحب ؒ کو عالم مانتے ہو، ان کی کتب بالکل حق سمجھ کر لوگوں کی ہدایت کے لئے تقسیم کرتے ہو تو پھر کیوں چھوڑ دیا اس برحق جماعت کو؟ دیکھا آپ نے کہ کس قدر دھوکے باز ہیں یہ لوگ!

ایک طرف تو یہ دونوں کتب چھپوا کر یہ لوگ ڈاکٹر صاحب ؒ کی علمیت کے معترف ہیں ہی، پھر دوسری طرف ان کی کتاب "پیام حق" ملاحظہ فرمایئے ڈاکٹر صاحب ؒ کی کتاب "فلاح کا راستہ" کا چربہ ہے۔ حتیٰ کہ کہیں تو لگا تار کئی کئی سطور ڈاکٹر صاحب ہی کی تحریر ہیں، اور کئی سطور میں صرف الفاظ کا ردوبدل کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب ؒ نے تعویذات کے بارے میں جو روایات اپنی کتاب میں پیش کی ہیں وہ تمام کی تمام وہاں موجود ہیں، حتیٰ کہ احادیث تو احادیث تابعین کے جو اقوال ڈاکٹر صاحب ؒ نے پیش

کئے ہیں ان کو بھی انہوں نے اپنی کتاب کی زینت بنایا ہے۔اور پھر کتاب کے آخر میں "آخر میں ہماری پکار" کے نام سے جو مضمون ڈاکٹر صاحب ؒ کی تعویذات کے ردوالی کتاب کے آخری صفحے پر شائع ہوا ہے وہ بھی آپ کو عین اسی جگہ دکھائی دے گا۔ڈاکٹر صاحب ؒ کی علمیت کا اعتراف تو ان کی تحریروں سے عیاں ہے۔اب اس سلسلے میں ان کے ایک ہمنوا کا اعترافِ حق بھی ملاحظہ فرمایئے:

"یہ ایک بہت بڑا مغالطہ ہے جو اس ضمن میں دیا جارہا ہے۔ڈاکٹر عثمانی صاحب صرف ہمارے نہیں بلکہ موجودہ دور کے تمام افراد کے بہت بڑے محسن ہیں۔انھوں نے کفروشرک کے پردوں کو چاک کیا ہے ہماری نگاہ میں اس دورِ حاضر میں قرآن وسنت کی صحیح ترجمانی اگر کسی نے کی ہے تو وہ ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی صاحب رحمتہ اللہ علیہ ہیں۔اپنے اس محسن پر جس نے صحیح دین سے ہمیں روشناس کیا فتویٰ داغنا حاشا وکلا ہمارے وہم وگمان میں بھی نہیں۔اس بات کا تصور کرنا بھی محال ہے۔"

(شہادتِ حق۔امیر بادشاہ کا کھلا خط)

یہ تحریر ان کے ایک ہمنوا کی پٹڑی سے اترنے کے بعد کی ہے۔صاحب تحریر نے اس کو شہادت حق کا نام دیا ہے، تو کیا یہ شہادت حق بھی جھوٹی ہے؟

تجلی خان، جن کے نام سے توبوا الی اللہ نامی یہ کتاب چھپی ہے، ڈاکٹر صاحب ؒ کی وفات کے بعد حبل اللہ کے ایک مضمون میں اعترافِ حقیقت کرتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس دور میں ایسے ایماندار اور دیانتدار مبلغین اور مصلحین بھی موجود ہیں جو ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی صاحب کی قیادت میں خراب وخستہ دنیا کے سامنے دین اسلام کو اس کی اپنی اصلی شکل میں پیش کرنے کا عزم لے کر اٹھے ہیں ۔۔تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی کسی نے آوازِ حق اٹھائی ہے تو مذہبی ٹھیکیداروں نے سختی سے اس کی مخالفت کی ہے اور دعوتِ حق کی راہ میں روڑے اٹکانے کی کوشش کی ہے۔کیونکہ حق پھیلنے کی صورت میں ان کے مفادات اور ذاتی اغراض کو خطرہ لاحق ہوتا ہے۔اسی طرح جب سے ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی صاحب اور ان کے ساتھیوں نے توحید خالص کو پھیلانے اور سنتِ رسول کو رائج کرنے اور کفروشرک اور بدعات ورسومات کو مٹانے کی خاطر جدوجہد کا آغاز کیا ہے اس وقت سے لے کر آج تک ان کو بھی ان خودغرض اور مفاد پرست مولویوں اور پیروں کی سخت مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑا ہے مگر ان مجاہدوں نے ہر موقع پر صبر و استقامت کا ثبوت دیا ہے۔

سخن ہائے گفتنی

حق و باطل کی رزم آرائی ابتدائے آفرینش سے ہے اور ابد تک رہے گی، قرآن و حدیث سے بھی ثابت ہے۔ ایک طرف تو بنی نوع انسان کو امتحان کی غرض سے آزادی و اختیار دیا گیا تو دوسری طرف شیطان اور اس کی ذریات کو بھی کچھ کارگذاری کی مہلت دی گئی۔ قرآن کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ خالق و مالک کائنات نے جن وانس کو خیر و شر کے ساتھ دنیا میں بھیجا ہے۔ ان کی ہدایت و رہنمائی کے لئے ہر دور میں انبیاءؑ مبعوث فرمائے جاتے رہے جو لوگوں کو الٰہ واحد کی خالص بندگی کی طرف بلاتے اور شیطان کے راستے پر چلنے سے روکتے تھے۔ اللہ کی بندگی اور شکر گذاری کا ذوق رکھنے والے انبیاءؑ کی دعوت پر لبیک کہہ کر دنیا و آخرت کی فلاح کے حقدار بنے جبکہ شر پسندی اور گمراہی کا مزاج رکھنے والوں پر شیطان کی وسوسہ اندازی اور اکساہٹ مؤثر رہی۔ اس طرح خیر و شر اور حق و باطل کی دو راہیں ہر دور میں کھلی رہیں اور انسان کو اختیار دیا گیا کہ دونوں میں سے جو راہ بھی چاہے اختیار کر لے، (الدھر:۳)، البتہ اسے دونوں راستوں کے انجام سے انبیاءؑ کے ذریعے آگاہ کیا جاتا رہا۔ آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر سلسلہ نبوت ختم ہوا، ان کے ذریعے سے ایمان کی دعوت کو قبول کرنے والوں کی سیرت و کردار کی تربیت ہوئی اور بالآخر ہجرت و قتال کے مراحل کے بعد حق کو باطل پر غلبہ حاصل ہوا، لیکن افسوس کہ خیر القرون کے بعد ہی تاریخ نے پھر کروٹ بدلی اور بگاڑ و زوال شروع ہوا اور مختلف ادوار و مراحل سے گذرتا ہوا بتدریج اپنی انتہا کو پہنچ گیا، یہاں تک کہ آج بے شمار فرقے بن گئے ہیں جنھوں نے کفر و شرک اور قبر پرستی ہی کو دین بنا لیا ہے۔ یہ بھی اللہ کا فضل و کرم ہے کہ کفر و شرک اور بدعات کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں پھر شمع ہدایت روشن ہوئی، دعوت حق پوری آب و تاب کے ساتھ اٹھی اور تائید غیبی سے نہ صرف ملک کے گوشے گوشے میں بلکہ بیرون ملک بھی پہنچ گئی۔

اب یہ اہم بات قابل توجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایمان کی اس عظیم نعمت سے نوازا تو لازم ہے کہ ہم اس کی قدر کریں اور پورے اخلاص کے ساتھ زندگی کے آخری لمحے تک اپنے رب کی شکر گذاری، اطاعت و فرمانبرداری کا حق ادا کریں، جیسا کہ حکم دیا گیا ہے، و لا تموتن الا و انتم مسلمون (آل عمران:۱۰۲) ''تمہیں موت بھی آئے تو مسلم ہونے کی ہی حالت میں''۔ اور اللہ کے

(حاشیہ) ۱ ۔ مضمون لکھتے وقت ڈاکٹر عثمانی صاحب زندہ تھے۔ ان کی موت کی خبر سن کر سخت صدمہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس نصیب کرے۔ درحقیقت مرحوم ایک ممتاز عالم دین، عظیم محقق، نڈر مجاہد، کٹر مواحد، بے باک حق گو اور سچے و پکے مسلمان تھے۔

(دورہ چار سدہ ۔ از تجلی خان ۔ حبل اللہ شمارہ نمبر ۸۔ صفحہ نمبر ۱۲)

جمعیت علماء دوابہ کے متعلق بیان کرتے ہوئے تجلی خان لکھتے ہیں:

''ایک سال پہلے میں نے ان کو چیلنج کیا تھا کہ اگر ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی صاحب کی کتابوں میں کوئی بات خلاف اسلام ہو یا کوئی بھی عقیدہ درست نہ ہو تو آپ قرآن وحدیث کے دلائل پیش کر کے اس کو تحریری طور پر غلط ثابت کردیں تو میں ان سے رجوع کروں گا مگر وہ ہمارے کسی بھی عقیدہ کو تحریری طور پر غلط ثابت کرنے میں بری طرح ناکام ہوگئے اور اپنی اس ناکامی کو چھپانے کے لئے وہ ہمیشہ تشدد، ظلم وجبر اور فساد سے کام لیتے رہے۔ دراصل وہ آوازِ حق کو دبانے کی کوشش اس لئے کرتے ہیں کہ پھر ان کی چالاکیوں اور فریب کاریوں سے پردہ اٹھ جائے گا اور ان پر ناجائز کمائی اور حرام خوری کے دروازے بند ہوجائیں گے۔'' (ایضاً۔ صفحہ نمبر ۱۲)

ان کا یہ مضمون ڈاکٹر صاحب ؒ کی وفات کے بعد حبل اللہ میں شائع ہوا، اب یہ بات غور طلب ہے کہ ڈاکٹر صاحب ؒ کی صفات میں تو بوالٰہی اللہ قسط دوم میں بیان کی گئی تبدیلیاں کیا ان کی وفات کے بعد واقع ہوئی ہیں؟ اس وقت تو ڈاکٹر عثمانی ؒ کو ''موجودہ دور کے تمام افراد کا محسن، کفر وشرک کے پردوں کا چاک کرنے والا، دور حاضر میں قرآن وسنت کی صحیح ترجمانی کرنے والا، ایمان دار و دیانتدار مصلح، ممتاز عالم دین، عظیم محقق، نڈر مجاہد، کٹر مواحد، بے باک حق گو اور سچا و پکا مسلمان'' تسلیم کیا گیا۔ اور اب یہ ''شقی القلب، ضدی، ہٹ دھرم، تضاد بیان، شریعت ساز، اللہ پر جھوٹ باندھنے والا، حواس باختہ، صحابہ و صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پر شرک وبدشگونی کا الزام لگانے والا، گھٹیا اور اوچھی حرکتیں کرنے والا، بے غیرت و بے حیاء، ظالم، حیا سوز داستانیں لکھنے والا'' ڈاکٹر صاحب ؒ کے مردہ جسم کے لئے لکھا گیا ہے؟ کیا ان کا بے لگام قلم بھی ان کی طرح ذوالوجھین و ذواللسانین نہیں؟ سچ ہے کہ برتن سے وہی چھلکتا ہے جو اس میں ہوتا ہے کل اناءٍ یترشح بما فیہ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تلک امانیہم

آج روئے زمین پر اسلام کے ماننے والے بہت کثرت سے ہیں، مگر ان کی بڑی تعداد مختلف مسالک اور فرقوں میں تقسیم ہے۔ یہ سب ہی قرآن وسنت کے ماننے کے دعوے دار ہیں مگر ان کے عقائد ونظریات قرآن وسنت سے مطابقت نہیں رکھتے۔ تمام تر باہمی اختلاف کے باوجود بعض گمراہ کن عقائدان میں مشترک ہیں۔ حیات وسماع فی القبر اور عرض اعمال کے عقائدان سب میں پائے جاتے ہیں، تعویذات کا شرک بھی ان میں موجود ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے باطل عقائدان میں مشترکہ طور پر پائے جاتے ہیں۔ ان عقائد باطلہ کے خلاف جب بھی آواز اٹھائی جاتی ہے تو باہمی اختلاف بھلا کر یہ سب ایک ہو جاتے ہیں اور آواز حق کو دبانے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں۔ ڈاکٹر عثمانی صاحبؒ نے ان مسالک اور فرقوں کے باطل عقائد کے خلاف آواز اٹھائی تھی لہذا یہ سب ایک ہو کر ان کے تعاقب میں دن رات ایک کئے ہوئے ہیں۔ مختلف کتابیں اور پمفلٹ، مضامین اور نہ جانے کیا کیا جاری کرتے رہتے ہیں۔ ان کی تحریروں میں دلائل کے بجائے طعن وتشنیع اور اس قبیل کی دوسری چیزیں زیادہ ہوتی ہیں، ان کے اس طرز عمل کی ایک مثال "توبوا الی اللہ" نامی کتاب ہے۔ کتاب کیا ہے بے ہودگی کا مرقع، مغلظات کا مجموعہ اور پاگل پن کا شاہکار ہے۔ کتاب کا مرکزی خیال ڈاکٹر عثمانی صاحبؒ کی مخالفت اور صرف مخالفت ہے۔ مخالفت کا بھی آخر کوئی نہ کوئی انداز اور طریقہ ہوتا ہے لیکن یہ کتاب تو ہر قسم کے انداز اور ہر قسم کے طریقے سے بے نیاز اور حدود وقیود سے آزاد ہے۔ مصنف موصوف نے مخالفت کا یہ انداز اختیار کیا ہے کہ اگر ڈاکٹر صاحبؒ نے کسی غلط چیز کو غلط قرار دیا ہے تو اس کو درست ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا گیا ہے۔ ڈاکٹر صاحبؒ نے مشہور ومعروف اور متفق علیہ کذاب راوی واقدی کو ابن الندیم کے حوالے سے تقیہ باز شیعہ لکھا تو انہوں نے واقدی کذاب کی

وکالت وحمایت کی اور ابن الندیم کو جس کے سارے لکھنے والے اپنی کتابوں میں حوالے دیتے رہے ہیں، بے حقیقت اور بے حیثیت قرار دے دیا، لکھتے ہیں:

"ڈاکٹر عثمانی جیسے عقل کے اندھے کو یہ تک معلوم نہیں کہ ابن الندیم کی حیثیت ہی کیا ہے؟ ابن الندیم نہ ہی فن رجال کا آدمی ہے، نہ ہی جرح و تعدیل کا امام ہے، نہ محدث۔ ہے نہ فقیہ اور نہ ہی اس کی کوئی علمی حیثیت ہے۔ پھر ان کی بات کو حرف آخر سمجھ لیا جانے کا کیا جواز رہ جاتا ہے؟ واقدی کو سوائے ابن الندیم کے کسی اور نے شیعہ نہیں کہا اس بات کی وضاحت اہل علم کر چکے ہیں۔"

(توبوا الی اللہ قسط دوم صفحہ ۳۸)

یہ مخالفت کا ہی جنون ہے جس نے انہیں واقدی جیسے کذاب کی وکالت اور حمایت پر مجبور کر دیا ہے حالانکہ یہ تو متفق علیہ مشہور و معروف کذاب راوی ہے، اور ابن الندیم کو جتنا بھی بے حیثیت قرار دے لیں مگر ان کے اپنے لوگ ذھبی، ابن حجر اور دیگر سب ان کے اور ان کی کتاب "الفہرست" کے حوالے دیتے رہے ہیں۔ ان کی طرف سے واقدی کذاب کی حمایت کی اصل وجہ یہ ہے کہ ڈاکٹر عثمانی صاحبؒ نے احمد بن حنبل کی ان کے عقیدے حیات فی القبر کے سلسلے میں گرفت کی ہے، اور ڈاکٹر عثمانی صاحبؒ نے اپنی ایک تحریر میں مسند احمد کی شیعی روایات کی نشاندہی کی ہے اور آخر میں انہوں نے جرمن مستشرق پروفیسر جوزف کے حوالے سے لکھا ہے کہ واقدی کذاب کی کتاب "المغازی" اور امام احمد کی مسند بنیادی طور پر ایک ہی مواد رکھتی ہیں، بس اس بات نے انہیں اس حد تک چراغ پا کر دیا کہ واقدی کذاب جیسے شخص کی وکالت اور حمایت پر اتر آئے ہیں۔ گویا واقدی کی وکالت وحمایت احمد بن حنبل کی ہی وکالت وحمایت ہے۔ اس لئے کہ واقدی بچے گا تو اس کی کتاب المغازی بھی بچ جائے گی، اور المغازی بچی تو امام احمد کی مسند بھی محفوظ ہو گئی! جرمن مستشرق پرفیسر جوزف کا حوالہ دینا بھی ان کو سخت ناگوار گذرا، لکھتے ہیں:

"ڈاکٹر عثمانی صاحب نے جوزف کی بات کو مان کر اپنا اخذ بتلا دیا کہ کن لوگوں پر یہ تکیہ کر رہے ہیں.............ایک غیر مسلم جرمن مستشرق پروفیسر جوزف سے ان کی گاڑی نہیں چلے گی۔"

(توبوا الی اللہ قسط دوم صفحہ ۳۸)

ڈاکٹر عثمانی صاحب نے جرمن مستشرق کی جو بات صحیح تھی اسے ہی پیش کیا ہے، اگر اس کی یہ

بات غلط ہے تو اس کو غلط ثابت کیا جانا چاہیے، اور اگر غلط ثابت نہیں کر سکتے تو اس بات کو مان لینا ہی حقیقت پسندی ہے، اور حقیقت کو تسلیم کر لینا کوئی جرم نہیں۔ در پردہ یہ تنقید نگار بھی جانتے ہیں کہ جرمن مستشرق نے جو بات کہی ہے وہ بالکل صحیح ہے۔ تب ہی اس کی بات کو غلط ثابت کرنے کے لئے کوئی اقدام نہیں اٹھایا جاتا۔ ہے کوئی ''مسلم'' جو اس ''غیر مسلم'' جرمن مستشرق کی بات کو واقدی کذاب کی کتاب المغازی اور احمد بن حنبل کی مسند کا تقابل اور موازنہ کر کے غلط ثابت کر دکھائے!۔ امام احمد کی مسند میں جو یہ واقدی کی کتاب کا رنگ نظر آتا ہے اس کی بھی وجہ ہے، ملاحظہ کیجئے:

سمعت ابراهيم الحربي يقول: كان احمد بن حنبل يوجه في كل جمعة بحنبل الى ابن سعد ياخذ منه جزأين من حديث الواقدي ينظر فيهما. (سير اعلام النبلاء جلد ١٠ صفحہ ٦٦٥)

''ابراہیم الحربی کہتے ہیں کہ احمد بن حنبل، حنبل (ابن اسحاق) کے ساتھ ہر جمعہ کے دن ابن سعد (کاتب واقدی) کے پاس جاتے اور واقدی کی احادیث کی دو جلدیں لیکر دیکھا کرتے تھے''

یہی وجہ ہے کہ ان کی مسند اور واقدی کی کتاب میں ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔

واقدی کے دفاع میں موصوف نے ابن الندیم کو بے حیثیت قرار دینے کے لئے حوالہ دیا ہے کہ وہ امام شافعی کی طرف بھی شیعت کو موسوم کرتے ہیں۔ ابن الندیم کا واقدی کو شیعہ کہنا اور امام شافعی جیسے شخص کو شیعہ کہنا کیا کسی صاحب علم، عقل و فہم رکھنے والے کے نزدیک برابر ہو سکتا ہے۔ کہاں واقدی کذاب اور کہاں امام شافعی۔ کہاں راج بھوج اور کہاں گنگو تیلی!

امام شافعی کے احوال کا مطالعہ کرنے والے پر مخفی نہ ہوگا کہ وہ شیعت کے کس قدر مخالف تھے۔ شیعت کے رد اور رافضیت کی نکیر میں ان کے بہت سے اقوال کتب میں موجود ہیں، ان کا ترجمہ (احوال) لکھنے والے بھی اس تہمت کی تردید کرتے رہے ہیں، ملاحظہ فرمایئے سیر اعلام النبلاء جلد نمبر ١٠ صفحہ ٥٩۔

ڈاکٹر عثمانی صاحب نے امام بخاری کی کتاب ''ادب المفرد'' سے ایک روایت شگون اور

ٹولکوں کے رد میں نقل کی ہے۔ توبوا الی اللہ کے مصنف اس پر بھی سخت برہم ہوئے ہیں گویا ان کے قلم سے انگارے نکل رہے ہیں۔ اس پر تنقید کرتے ہوئے موصوف ڈاکٹر صاحب ؒ کی ایک تحریر کا حوالہ دے کر لکھتے ہیں:

''ڈاکٹر عثمانی صاحب نے بے شرمی اور بے حیائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ جھوٹ بولا کہ'' امام بخاری نے رجوع بھی کیا اصلاح بھی کرلی اور تبیین بھی کردی'' دوسری طرف یہی ڈاکٹر عثمانی صاحب کس قدر دیدہ دلیری سے امام بخاری کی پرانی تحریروں سے شدومد کے ساتھ حوالہ بھی دے رہا ہے۔ کیا یہ لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنا نہیں ہے؟ جس کتاب سے مصنف نے رجوع کرلیا ہو۔ اس رجوع شدہ مواد سے اپنے مطلب براری کے لئے حوالہ دینا بدترین خیانت والا معاملہ نہیں؟'' (توبوا الی اللہ قسط دوم صفحہ ۸۷)

موصوف کی ہرزہ سرائی کا جائزہ لینے سے پہلے ڈاکٹر عثمانیؒ کی حوالہ دی گئی عبارت پر ایک نظر ڈال لی جائے:

''ڈاکٹر شفیق الرحمان صاحب نے امام بخاری کی التاریخ الکبیر کی ایک عبارت پیش کرکے ان پر کفر کا فتویٰ لگایا اور مجھ سے کہا کہ میں بھی ان کے اس فتوے کی تائید کروں حالانکہ یہ ان کی سادگی ہے محدثین کا قاعدہ رہا ہے کہ جو بات اپنے استادوں سے سنتے تھے اس کو اسی طرح بیان کردیتے تھے اس لئے جب تک وہ غلط روایت پر اپنا عقیدہ نہ بنائیں اور صرف روایت بیان کردیں تو ان پر فتویٰ نہیں لگایا جاسکتا اسی لئے احمد بن حنبل کے شاگردوں، ابوداود، نسائی وغیرہ پر فتویٰ نہیں لگایا گیا حالانکہ ان کی کتابوں میں بھی حیات الاموات، سماع الموتیٰ اور عرض الاعمال کی روایتیں موجود ہیں احمد بن حنبل نے ان موضوع روایتوں کو صحیح مان کر قرآن اور صحیح احادیث کے خلاف اپنا عقیدہ بنایا اس لئے ان پر اللہ کے حکم سے فتویٰ لگایا گیا۔ اگر وہ صرف روایتیں لے آتے اور ان کو عقیدہ کی بنیاد نہ بناتے تو ان پر بھی فتویٰ نہ لگتا۔ مزید برآں بخاری نے تو اپنے استاد اسحٰق راہویہ کی اس بات پر کہ محدثین اپنے استادوں سے جو کچھ سنتے ہیں اس کو اسی طرح بیان کردیتے ہیں اور اس طرح ان کی کتابوں میں صحیح حسن اور ضعیف ہر قسم کی روایتیں پائی جاتی ہیں اور عوام الناس کے لئے سخت مشکل پیش آتی ہے کہ کس روایت پر عمل کریں اور کس پر نہ کریں۔ کیا اچھا ہوتا کہ کوئی شخص حدیث کی ایسی کتاب مرتب کرتا جس میں صرف صحیح احادیث درج ہوتیں امام بخاری کہتے ہیں کہ اس بات پر میں نے طے کیا کہ میں ایسی کتاب مرتب کروں گا جس میں صرف صحیح احادیث درج ہوں گی اللہ نے ان

کو توفیق عطا فرمائی اور انہوں نے ۱۶ سال شدید محنت کے بعد جامع صحیح البخاری مرتب کی اور اس جامع صحیح میں اپنی پہلی کتابوں کی جو صحیح احادیث تھیں صرف ان کو درج کیا باقی کو چھوڑ کر ثابت کر دیا کہ وہ روایتیں ان کے صحیح کے معیار پر پوری نہیں اتریں اس طرح انہوں نے رجوع بھی کیا اصلاح بھی کر لی اور تبیین بھی کر دی اس لئے صحیح بخاری کے بعد امام بخاری پر ان کی پہلے کی تحریروں پر کوئی مواخذہ نہیں کیا جاسکتا۔" (حبل اللہ شمارہ نمبر ۷ صفحہ ۱۰۹)

ڈاکٹر عثمانی ؒ کی اس عبارت سے موصوف نے جو نایاب گوہر برآمد فرمائے ہیں وہ انکی اس عبارت میں سرے سے موجود ہی نہیں یہ اور بات ہے کہ موصوف نے اسے کور عقلی سے اپنی حماقت اور جہالت کے آئینہ میں دیکھا ہے۔ڈاکٹر عثمانی صاحب ؒ کی اس عبارت میں کہیں یہ نہیں لکھا کہ امام بخاری نے اپنی پچھلی کتابوں سے مکمل طور پر رجوع کر لیا تھا البتہ اس میں یہ لکھا ہے کہ امام بخاری نے صرف اور صرف صحیح احادیث کو جمع کر کے رجوع بھی کیا اور اصلاح بھی کر لی اور تبیین بھی کر دی اس کا یہ مطلب تو ہرگز ہرگز نہیں کہ انہوں نے اپنی پچھلی کتابوں سے رجوع کر لیا تھا اور نہ ہی اس عبارت میں یہ ہے کہ امام بخاری کی دیگر کتابوں میں صحیح روایات موجود نہیں۔ڈاکٹر صاحب ؒ نے تو یہ لکھا ہے کہ اپنی کتابوں میں سے صحیح بخاری میں صرف صحیح احادیث لکھی ہیں اور باقی کو چھوڑ کر ثابت کر دیا کہ وہ روایات انکے صحیح کے معیار پر پوری نہیں اتریں۔ڈاکٹر عثمانی صاحب نے تو یہاں امام بخاری کے "صحیح کے معیار" کی بات کی ہے،اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ چھوڑی گئی روایات سرے سے صحیح ہی نہیں۔بات تو امام بخاری کے صحیح کے معیار کی گئی ہے اور احادیث سے معمولی شغف رکھنے والا بھی ان کے معیار کے متعلق جانتا ہے کہ دنیا میں احادیث کی کوئی کتاب بھی ان کے صحیح کے معیار کی نہیں حالانکہ صحیح احادیث کثرت سے موجود ہیں، صحیح مسلم بھی صحیح احادیث ہی کا مجموعہ ہے مگر وہ بھی صحیح بخاری کے معیار کے مطابق نہیں۔ڈاکٹر عثمانی صاحب ؒ یہ بھی فرماتے ہیں کہ:

"امام بخاری مجتہد تھے۔اللہ نے ان کو بڑے علم سے نوازا تھا۔اپنے وقت کے سب سے بڑے محدث تھے۔صحیح اور غلط روایات میں سے صحیح ترین روایات کو انہوں نے چھانٹ کر علیحدہ کیا اور صحیح بخاری مرتب کی۔"

(حبل اللہ شمارہ نمبر ۱۶ صفحہ ۹۴ بحوالہ توبوا الی اللہ قسط دوم صفحہ ۸۶)

کوئی موصوف سے پوچھے کہ صحیح اور غلط میں ''صحیح ترین'' کیا ہوتا ہے؟ صحیح میں سے صحیح ترین علیحدہ کربھی لی جائیں صحیح تو پھر بھی باقی رہتی ہیں۔ رہی بات رجوع کی، ڈاکٹر عثمانی صاحب ؒ نے یہ نہیں لکھا ہے کہ امام بخاری نے اپنی پچھلی کتابوں سے رجوع کرلیا تھا بلکہ انکا رجوع تو اصلاح احوال سے متعلق ہے۔ اب یہ اصولی بات ہے کہ جس شخص نے اصلاح کا ایسا اقدام اُٹھایا ہو اس کی کسی پرانی عبارت کو مطلب براری کیلیے استعمال نہیں کیا جاسکتا۔ احادیث کے جامعین کا محض روایات بیان کردینا تو ویسے بھی کوئی جرم نہیں کہ جس پر مواخذہ کیا جائے۔

توبوا الی اللہ کے مصنف کا اس کتاب میں ''مخالفت'' کا ایک نکاتی ایجنڈا ہے، اس ایجنڈے کی تکمیل میں وہ آپے سے باہر تو ہیں ہی مگر اس کے ساتھ ہوش وحواس سے بھی بیگانہ ہوگئے ہیں۔ تب ہی ''یا ساریۃ الجبل'' جیسی گمراہ کن اور موضوع روایت کی حمایت اور تائید پر کمر بستہ معلوم ہوتے ہیں، جس انداز سے اس کی حمایت فرمائی ہے وہ ان کے ہوش وحواس سے بیگانگی کی علامت ہے اور اسی کا اظہار کرتی ہے۔ ڈاکٹر عثمانی ؒ صاحب نے اس روایت کے متعلق لکھا ہے:

''صحاح ستہ والوں ہی نے نہیں بلکہ چارسو برس تک کسی حدیث کے جمع کرنے والے نے اس روایت کا تذکرہ نہیں کیا اس سے پہلے صرف واقدی کذاب نے اس کو اپنی جھوٹی تاریخ (مغازی) میں لکھا تھا۔ پانچویں صدی ہجری میں بیہقی نے اپنی کتاب ''دلائل النبوت'' میں اس کا ذکر کیا اور پھر ابن مردویہ نے۔'' (یہ مزار یہ میلے صفحہ ۳۸)

ڈاکٹر عثمانی صاحب ؒ کی اس بات پر خامہ فرسائی فرماتے ہوئے توبوا الی اللہ کے مصنف لکھتے ہیں:

''یہ بات بالکل بے اصل، بے بنیاد، جھوٹ، فراڈ اور بدنیتی پرمبنی ہے کہ چارسو برس تک کسی حدیث کے جمع کرنے والے نے اس روایت کا تذکرہ نہیں کیا۔ ابو نعیم اصفہانی جن کی وفات ۴۳۰ھ میں ہوئی وہ اپنی کتاب ''دلائل النبوت'' میں یا ساریۃ الجبل الجبل والی روایت نقل کرچکے ہیں۔......... اس سے بھی بہت پہلے ابن قتیبہ جن کی وفات ۲۷۶ھ میں ہوئی ہے۔ اپنی کتاب ''تاویل مختلف الحدیث'' میں یا ساریۃ الجبل الجبل والی روایت کو بیان کرچکے ہیں۔''

(توبوا الی اللہ قسط دوم صفحہ ۹۵،۹۴)

توبوا الی اللہ کے ''فاضل'' مصنف کی یہ بات ان کے ہوش وحواس سے عاری ہونے اور

حساب کتاب میں کمزور ہونے کا اظہار کرتی ہے، انہیں چاہیے کہ ایک ایم اے ریاضیات میں بھی کر ڈالیں۔ ڈاکٹر عثمانی صاحبؒ نے چارسو برس کی بات کی تھی اور انہوں نے ۴۳۰ھ کے حوالے سے اسے رد فرمایا ہے۔ چارسو سال تو سنہ ۴۰۰ھ میں پورے ہوجاتے ہیں ۴۳۰ھ کا حوالہ تو پانچویں صدی میں آتا ہے۔ اسی وجہ سے ڈاکٹر عثمانی صاحبؒ نے اس روایت کے سلسلہ میں پانچویں صدی میں بیہقی کا نام لیا ہے جن کی تاریخ وفات ۴۵۸ھ ہے۔ اب یہ اور بات ہے کہ انکے حساب کتاب کے پیمانے ہی کچھ اور ہوں۔ اور رہی بات ابن قتیبہ کی تو باوجود اسکے کہ انہوں نے حدیث کے بعض متعلقات پر چند کتابیں لکھی ہیں لیکن یہ صاحب حدیث کے جامعین میں سے ہرگز ہرگز نہیں ہیں۔ ان کی کتاب بھی حدیث کی کتاب نہیں کہ جس میں احادیث کو جمع کیا گیا ہو۔ اسی وجہ سے انکی محولہ کتاب میں اس روایت کی کوئی سند موجود نہیں ہے۔ ذھبی ان کے متعلق لکھتے ہیں:

والرجل ليس بصاحب حديث، و انما هو من كبار العلماء المشهورين .... (سیر اعلام النبلاء جلد ۱۳ صفحہ ۳۰۰)

"ابن قتیبہ صاحب حدیث نہیں ہیں مگر مشہور کبار علماء میں سے ہیں......"

ذھبی اپنی دوسری کتاب تذکرۃ الحفاظ میں ان کے متعلق لکھتے ہیں:

"علم کا خزانہ ہیں مگر چونکہ حدیث کی خدمت میں ان کی مساعی چنداں قابل ذکر نہیں اس لئے میں نے تفصیل سے تذکرہ نہیں کیا۔" (تذکرۃالحفاظ مترجم جلد ۲ صفحہ ۴۳۷)

مخالفت کے جنون میں موصوف نے دو حوالے دیئے ہیں مگر دونوں ہی غیر متعلق ہیں دونوں میں سے کوئی بھی حدیث کا جامع نہیں جبکہ ڈاکٹر صاحبؒ نے احادیث کے جامعین کی بات کی ہے۔ ابونُعیم اصفہانی تو صوفی منش آدمی ہیں، احادیث کے معاملہ میں ان کی کوئی حیثیت ہی نہیں۔ اب اگر یہ کہا جائے کہ ڈاکٹر عثمانی صاحبؒ نے پانچویں صدی میں بھی اس روایت کے بیان کرنے والوں میں صرف دو نام لیئے ہیں تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے ڈاکٹر عثمانی صاحبؒ نے یہ تو نہیں کہا ہے کہ پانچویں صدی میں صرف اور صرف دو اشخاص ہی اس کو بیان کرتے ہیں کوئی اور نہیں۔

تو بوا الی اللہ کے مصنف لکھتے ہیں:

''تقریباً بارہ سو سالہ تاریخی دور میں آپ کو کوئی بھی ایسا شخص نہیں مل سکے گا جس نے امام بخاری کی اس طرز پر ترجمانی کی ہو.... (توبوا الی اللہ قسط دوم صفحہ ۸۶)

موصوف اس یاوہ گوئی میں یہ بھول گئے کہ انہوں نے تعویذات کے رد میں آنے والی عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت اور امام بخاری کی کتاب ''ادب المفرد'' کی شگون اور ٹوٹکوں کے رد میں عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آنے والی روایت سے جو نتائج نکالے ہیں اور جوان ... یح و ترجمانی کی ہے وہ بھی بارہ سو سالہ تاریخ میں علماء حدیث میں سے کسی نے نہیں کی ہے۔ ان مذکورہ روایات ہی پر کیا موقوف انکی یہ پوری تحریر اس قسم کے نوادرات سے بھری ہوئی ہے، اس مختصر تبصرے میں اس کی نشاندہی کی گنجائش نہیں۔

یہ ایک نا قابل تردید حقیقت ہے کہ من گھڑت اور موضوع روایات نے امت کا ایمان برباد کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ اس قبیل کی روایات ویسے تو ہر دور میں رہی ہیں مگر اس سلسلہ میں جو کام متاخرین نے کیا اور اس کی آبیاری کی وہ اپنی مثال آپ ہے۔ ڈاکٹر عثمانی صاحبؒ نے اسے بالکل واضح اور صاف انداز میں بیان کر کے تنقید کی ہے، وہ لکھتے ہیں:

''اللہ گواہ ہے کہ بیہقی نے ''دلائل النبوت'' نامی کتاب لکھ کر امت پر سخت ستم ڈھایا ہے۔ بے حساب جھوٹی روایتوں کو انھوں نے تنقید کے بغیر چھوڑ دیا ہے اور یہ روایتیں شرک کا اصلی سبب بنی ہیں اور آج اس کا خمیازہ دنیا والوں کو اللہ کے عذاب کی شکل میں بھگتنا پڑ رہا ہے۔ بیہقی کے بعد مشکوٰۃ کے مصنف نے اس کام کا بیڑا اٹھایا ہے۔ اپنی کتاب میں گھڑی ہوئی جھوٹی روایتوں پر روایتیں لاتے چلے گئے ہیں اور کبھی یہ زحمت گوارہ نہ کی کہ ان کی حیثیت سے امت کو باخبر کر دیتے۔ سوال کیا جا سکتا ہے کہ ایسا کیوں کیا گیا تو جواب یہ ہے کہ تصوف کی ایجاد کے بعد سچ و جھوٹ کی تمیز اٹھ گئی اور نام نہاد صلحاء اور زُہاد حدیث کے میدان میں بھی اتر آئے اور امام مسلم کے صحیح مسلم کے مقدمہ کے بیان کے بموجب جھوٹ ان کی زبانوں پر بے ساختہ رواں ہو گیا۔'' (یہ مزار یہ میلے صفحہ ۳۹)

دراصل بدعقیدہ اور جھوٹی روایتوں کے متوالوں کو یہ کہاں گوارا ہو سکتا ہے کہ ان کے باطل عقائد کو جواز فراہم کرنے والی روایات اور ان کو باہتمام فراہم کرنے والوں کو ہدف تنقید بنایا جائے۔ توبوا الی اللہ کے مصنف کو بھی اس سے سخت صدمہ پہنچا ہے۔ چنانچہ اس پر اس انداز سے خامہ فرسائی کرتے ہیں:

''ڈاکٹر عثمانی صاحب نے محدثین دشمنی میں جھوٹی قسم کھا کر امام بیہقی پر الزام لگایا کہ انہوں نے

''امت پر سخت ستم ڈھایا۔ بے حساب جھوٹی روایتوں کو بغیر تنقید کے چھوڑ دیا ہے اور یہ روایتیں شرک کا اصلی سبب بنی ہیں اور آج اس کا خمیازہ دنیا والوں کو اللہ کے عذاب کی شکل میں بھگتنا پڑ رہا ہے۔ بیہقی کے بعد مشکوۃ کے مصنف نے اس کام کا بیڑا اٹھایا ہے۔'' اس طرح سے انہوں نے امام بیہقی اور مشکوۃ کے مؤلف کی چھٹی کرادی۔'' (توبوا الی اللہ قسط دوم صفحہ ۱۲۹۔۱۳۰)

محدثین دشمنی موصوف کا پرفریب الزام ہے، موصوف نے اپنی اسی کتاب میں طبقات حنابلہ، تہذیب التہذیب، المقصد الارشد، المنہج الاحمد، تاریخ بغداد، سیر اعلام النبلاء، مناقب احمد بن حنبل وغیرہ کتب پر سخت تنقید کی ہے، دیکھئے توبوا الی اللہ صفحہ نمبر ۷۶۔ اب ان کتب پر تنقید درحقیقت ان کے مصنفین ومؤلفین پر تنقید ہے، موصوف اپنے اس طرز عمل کو اب کیا نام دیں گے؟ اس کے علاوہ اور بھی کئی بڑے نام ہیں جن پر اس کتاب میں زبردست تنقید کی گئی ہے، معلوم ہوا کہ ''ان پر کشادہ ہیں راہیں'' خود جو چاہیں سو کریں اور لکھیں!۔ دوسری بات جھوٹی قسم کھانے اور الزام لگانے کی کی گئی ہے، اور یہ تو تب ہی ہوسکتا ہے جب کہی گئی بات درست نہ ہو، واقعہ تو عین حسب بیان ہے، کتابیں بھی موجود ہیں ان کو دیکھا جاسکتا ہے کہ ان میں بے تحاشہ وہ روایات ہیں یا نہیں اور موصوف کو ان کا علم ہی نہیں تو اپنی علمیت کو دوش دیں نہ کہ دوسروں پر نوکِ قلم کو دراز کریں۔ امت نے ان محولہ روایات کو دانتوں سے پکڑا ہے ان کے علماء کی تصانیف اس پر شاہد ہیں اور امت کے سواد اعظم کے پاس اپنے گمراہ کن عقائد کے لئے زیادہ تر ان ہی کتب کے حوالہ جات ہیں، وہ ان میں موجود باطل روایات سے بری طرح چمٹے ہوئے ہیں۔ موصوف اس سے بھی اگر بے بہرہ ہوں تو ان کو اس کا نظارہ کروایا جاسکتا ہے۔ موصوف نے ڈاکٹر عثمانی صاحبؒ کی اس عبارت پر یہ بھی نکتہ اٹھایا ہے کہ:

''ڈاکٹر عثمانی صاحب نے جس جہالت کا ثبوت دے کر امام بیہقی پر سخت تنقید کی ہے۔ اسی اصول اور قاعدے کو اپنایا جائے تو کوئی بھی محدث محفوظ نہ رہ سکے گا۔''

(توبوا الی اللہ قسط دوم صفحہ ۱۳۳)

موصوف کی یہ نکتہ آرائی درحقیقت مغالطہ دہی کی کوشش ہے، احادیث کی جمع وتدوین پہلی صدی ہجری سے شروع ہو کر تیسری صدی میں اپنے عروج پر پہنچ کر تقریباً مکمل ہوئی، متقدمین نے اپنی پوری توجہ غیر مدون ذخیرہ روایات کو مدون کرنے اور ضبط تحریر میں لانے پر رکھی کیونکہ اس وقت جبکہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''تین باتیں جس میں ہوں گی وہ ان کے ذریعے ایمان کا ذائقہ پالے گا!، پہلی بات یہ کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اُسے سب سے زیادہ ہو، دوسرے یہ کہ جس کسی سے محبت کرے محض اللہ ہی کے لئے کرے، اور تیسری بات یہ کہ جب اللہ نے اسے ایمان کی توفیق دی ہے تو کفر میں واپس لوٹنا اُسے اتنا ہی ناگوار ہو جتنا آگ میں ڈالا جانا'' (بخاری و مسلم۔ کتاب الایمان)۔

آج تمام فرقوں اور مسالک سے کٹ کر اللہ کے دین کے لئے جمع ہونے والوں کی اس اجتماعیت کا یہی عملی تقاضہ ہے کہ کفر و شرک سے پاک ایمان کے ساتھ زندگی کے تمام معاملات میں قرآن وحدیث سے مکمل وابستگی ہو اور اللہ کے سچے دین اسلام کی کھل کر دعوت دی جائے۔ اس کے برعکس کیسے بدبخت ہیں وہ لوگ جو شیطان کا شکار ہوئے اور ڈاکٹر عثمانیؒ کی وفات کے بعد ہی پٹری سے اتر گئے اور پھر پٹری بدلتے ہی چلے گئے!۔ ان کا تو حال یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے بجائے مختلف شخصیات بالخصوص احمد بن حنبل سے محبت میں اتنا آگے بڑھے کہ اپنے محبوب امام کو بچانے کے لئے ہر اصول وضابطے کو پامال کرتے چلے گئے اور دینداری چھوڑ کر سیاسی انداز اختیار کرلیا۔ چنانچہ کچھ عرصے قبل انتہائی ناشائستہ بلکہ لچر انداز بیان پر مشتمل کتاب ''توبوا الی اللہ قسط دوم'' شائع کر کے علم و دیانت کے بجائے فریب کاری اور مکاری کے اپنے تمام سابقہ ریکارڈ خود ہی توڑ ڈالے!۔ ان کے اشکالات واعتراضات کا جواب تو پہلے بھی واتقوا اللہ میں دیا جاتا رہا ہے، مگر ان کے اس نئے ''شیطانی کارنامے'' کو کوئی اہمیت ووقعت دینا ضروری نہ سمجھا گیا تھا کیونکہ دین کا مثبت کام کرنے والوں کے راستے میں شیطان کے کارندے ہمیشہ کسی نہ کسی شکل میں رکاوٹیں ڈالتے ہی رہے ہیں۔ لیکن جب کچھ مضامین اس حوالے سے موصول ہوئے تو افادہ عام کی غرض سے انہیں شائع کیا جارہا ہے تاکہ سنجیدہ فکر رکھنے والے افراد کے سامنے ان کی مغالطہ آرائیوں کی وضاحت ہو جائے، ان کی منافقت اور دورنگی اور بھی واضح ہو کر سامنے آجائے اور اہل علم وتحقیق کے سامنے ان معاملات کے کچھ اور گوشے بھی بے نقاب ہو جائیں۔ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا و ھب لنا من لدنک رحمۃ ج انک انت الوھاب

احادیث غیر مدون اور غیر منضبط تھیں ان کو مدون اور منضبط کرنا ہی اصل کام تھا جسے انہوں نے خوش اسلوبی سے کیا، استادوں سے جو کچھ سنتے صحیح یا غلط کی قید کے بغیر اسے بلا کم وکاست رقم کر دیتے اس وجہ سے ان کی کتب میں ہر طرح کی روایات پائی جاتی ہیں مگر پھر بھی قابل قبول روایات زیادہ اور قابل رد کم ہیں، اب جنہوں نے اپنا کام حسن خوبی سے انجام دیا ہو ان کا معاملہ بعد والوں کی طرح نہیں جنہوں نے غیر ذمہ داری کا ثبوت دیا۔ ڈاکٹر عثمانی صاحبؒ نے یہی تو لکھا ہے کہ ''کیا خود جن لوگوں نے یہ کھیتی بوئی تھی وہ ہی اس کو اجاڑتے؟'' (یہ مزار یہ میلے صفحہ ۴۰) بعد میں متاخرین نے متقدمین کے کام میں جو پیوندکاری کی تو وہ مخمل میں ٹاٹ کا پیوند لگانے کے مترادف ہے، بکثرت من گھڑت وموضوع، منکر ومنقطع، ضعیف، کمزور ترین اور ایمان کو برباد کر دینے والی روایات دریافت کر کے امت کو فراہم کی گئیں ہیں۔ تدوین احادیث سے متعلق لکھی جانے والی کتب دیکھ جایئے کہ کس طرح انہوں نے ان بے سروپا روایات کی دریافت کے سلسلہ میں کردار ادا کیا ہے۔ اگر اس قبیل کی روایات امت کو فراہم کرنا اتنا ہی ضروری تھا تو کم ازکم ان کی حیثیت سے ہی باخبر کر دیا ہوتا مگر ایسا نہ کیا گیا۔ ایسا کر کے انہوں نے ستم نہ ڈھایا تو کیا امت پر احسان فرمایا ہے؟ بعد کے لوگوں نے انہیں دانتوں سے پکڑا، خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی خوار وخراب کیا، ان کتابوں کے حوالے دے دے کر لوگوں کو گمراہی کے عمیق گڑھے میں دھکیل دیا۔ متقدمین نے سرمایہ روایات کو منضبط کیا تھا ان کا یہی کام تھا، تیسری صدی کے بعد والوں یعنی متاخرین کا اصل کام تو اس مدون ومرتب سرمایہ روایات کی تصحیح وتسوید تھا اور یہ اصلی کام صدیاں گذر جانے کے باوجود ہنوز باقی ہے۔ یہاں یہ پہلو بھی نگاہ میں رہے کہ ذخیرہ احادیث کی تصحیح اور تسوید کے اس کام کی کوشش کرنے والے عصر حاضر کے ناصر الدین البانی صاحب کی موصوف نے اپنی اس کتاب میں بایں الفاظ مدح سرائی کی ہے، لکھتے ہیں:

> ''انہوں نے احادیث کی تصحیح سے متعلق بہت بڑا کام کیا ہے۔ رہتی دنیا تک ان کا نام علمی حلقوں میں یاد رکھا جائے گا۔ وہ کام جو آج سے گیارہ سو سال پہلے ہو جانا چاہیے تھا۔ ناصر الدین البانی صاحب نے اس کو اس دور میں انجام دیا... یہ بہت بڑا کام ہے جو انہوں نے انجام دیا... یہ بہت زیادہ محنت اور مشقت کا کام تھا۔ یہ سعادت ناصر الدین البانی کو ملی۔''

(توبوا الی اللہ قسط دوم صفحہ ۱۴۳)

تصحیح وتسوید کے اس کام کے بجائے متاخرین نے دلائل النبوت جیسی کتابیں فراہم کیں جنہوں نے عقائد کی خرابی میں نمایاں کردار ادا کیا۔ اب ان کا معاملہ نہ تو متقدمین کی طرح ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ توبوا الی اللہ کے مصنف موصوف ان دونوں معاملات کو یکجا کر کے لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش میں ہیں۔ بیہقی اور صاحب مشکوٰۃ بلاشبہ متاخرین میں سے ہیں ان کو متقدمین کے ساتھ ملا کر دیکھنا تو حق کا خون کر دینے کے مترادف ہے۔ یہاں یہ بھی خیال رہے کہ متقدمین و متاخرین کے درمیان حد فاصل تیسری صدی کے اختتام کو قرار دیا جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو مقدمہ سیر اعلام النبلاء جلد ۱ صفحہ ۱۲۰، ۱۲۱ بقلم ڈاکٹر بشار عواد معروف اور میزان الاعتدال جلد ۱ صفحہ ۴۔ اس موقعہ پر ڈاکٹر عثمانی صاحبؒ کے بیان کردہ محدثین کے قاعدے کو لانا نری حماقت ہے۔ انہوں جو قاعدہ بتایا ہے وہ بلاشبہ درست ہے۔ انہوں نے اسے ان متقدمین کے لئے ہی بتایا ہے جو واقعتا اس کے مصداق ہیں۔ اسی لئے وہ لکھتے ہیں:

"بیہقی کے بعد مشکوٰۃ کے مصنف نے اس کام کا بیڑا اٹھایا ہے۔ اپنی کتاب میں گھڑی ہوئی جھوٹی روایتوں پر روایتیں لاتے چلے گئے ہیں اور کبھی یہ زحمت گوارہ نہ کی کہ ان کی حیثیت سے امت کو باخبر کر دیتے۔ سوال کیا جا سکتا ہے کہ ایسا کیوں کیا گیا تو جواب یہ ہے کہ تصوف کی ایجاد کے بعد سچ و جھوٹ کی تمیز اٹھ گئی اور نام نہاد صلحاء اور زہاد حدیث کے میدان میں بھی اتر آئے اور امام مسلم کے صحیح مسلم کے مقدمہ کے بیان کے مطابق جھوٹ ان کی زبانوں پر بے ساختہ رواں ہو گیا۔"

(یہ مزار یہ میلے صفحہ ۳۹)

اب کہاں متقدمین اور کہاں یہ نام نہاد صلحاء و زہاد؟ نام نہاد صلحاء و زہاد کو ان کا مقام مل کے رہے گا۔ ان کو متقدمین کا مقام تو ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا۔ موصوف اپنے ان اکابرین کو جس قدر اونچے مقام پر بٹھانے کی کوشش کر لیں مگر وہ اپنی مذموم سعی میں کامیاب نہ ہو پائیں گے۔ موصوف لکھتے ہیں:

"مشکوٰۃ لکھ کر مشکوٰۃ کے مؤلف نے کوئی معرکہ نہیں مارا صرف جو روایتیں تھیں ان روایتوں کو مختلف ابواب کے تحت جمع کیا۔ اب اگر روایتیں بیان کرنا جرم ہے تو صاحب مشکوٰۃ کے ساتھ روایتیں بیان کرنے والے بھی گرفت میں آ جائیں گے۔" (توبوا الی اللہ قسط نمبر ۲ صفحہ نمبر ۱۲۵)

متقدمین کا کام تو سرمایہ روایات کو جمع کرنا اور جو جرح اور تنقید کرنا تھا وہ انہوں نے کیا، تصحیح وتسوید کا کام تو ان سے روایتیں لینے والوں کا ہے۔ اس کے بجائے گمراہ کن باطل روایات کے بڑے ذخیرہ کو صحیح و

حسن روایات کے ساتھ ملا کر مجموعے تیار کرنا اور وہ بھی اس طرح کہ باطل روایات کی صحیح حیثیت کو واضح نہ کیا جائے کوئی مستحسن اور قابل تعریف طرز عمل نہیں۔ ایسی کوشش کا کیا فائدہ جو نافع کے بجائے ضرر رساں ہو، امر واقعہ تو یہی ہے کہ ان سے ایمان بھی برباد ہوا اور آخرت بھی۔

مصنف موصوف نے کمال چابکدستی سے کس طرح دو مختلف باتوں کو ایک بنا کر زبان طعن دراز کی ہے۔ اوپر بیان کردہ دونوں معاملات نہ ایک ہیں اور نہ ایک ہو سکتے ہیں، دو مختلف ادوار ہیں، دونوں ادوار کی ضروریات الگ الگ، کام کی نوعیت مختلف، مقاصد جدا جدا، اور مسائل علیحدہ علیحدہ، اب یہ دونوں کس طرح ایک نگاہ سے دیکھے جا سکتے ہیں؟ کیا بیہقی اور صاحب مشکوٰۃ ولی الدین خطیب یہ پانچویں اور آٹھویں صدی کے نام نہاد محدث، متقدمین محدثین کی طرح سے تھے؟ کیا ان کے کام اور ان کی ذمہ داریاں یکساں تھیں، ہرگز نہیں، تو ان کا معاملہ بھی ان سے بالکل الگ اور جدا ہی ہوگا۔ اب اگر توبوا الی اللہ کے مصنف اس کو اپنی جہالت یا پھر عیاری اور چالاکی سے ایک ہی قرار دینے پر تلے ہوئے ہیں تو دیتے رہیں، حقیقت تو بہر حال تبدیل ہونے سے رہی، دعوت حق پر اس کا کوئی اثر نہ ہوگا البتہ ان کی یہ فریب کارانہ روش ان کو ان کے منطقی انجام تک پہنچا کر رہے گی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بِئْسَمَا يَأْمُرُكُمْ بِهٖٓ اِيْمَانُكُمْ

طاغوتی مشن کا علمبردار بن کر انسان اپنے نفس کا پوری طرح غلام بن جاتا ہے، ہر بات کو ٹیڑھے زاویہ نگاہ سے دیکھنا اس کا ذوق اور طواغیت کا دفاع مقصد بن جاتا ہے، پھر اس کی نظر میں نہ تو اخلاقی اقدار کی کوئی اہمیت ہوتی ہے اور نہ ہی ضرورت، منافقت اور ابن الوقتی اس مقصد کی راہ میں اس کے اہم ہتھیار بن جاتے ہیں۔ شیطان قدم قدم پر اس کی پیٹھ ٹھونکتا ہے کہ شاباش خواہ کچھ ہو جائے، کوئی بھی انداز اختیار کرنا پڑے، اللہ کے دشمنوں کے دفاع میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھنا۔ یہی انداز مدافعین احمد بن حنبل نے اختیار کر رکھا ہے اور روز بروز اس میں ترقی ہو رہی ہے، حالانکہ ''حبل اللہ'' کے مضامین اور ''واتقو اللہ اول تا پنجم'' میں قرآن وحدیث اور دیگر کتب کے کافی وشافی حوالوں سے ان کے استدلال کا تانہ بانہ بکھیر کر رکھ دیا گیا تھا، مگر حق کو تسلیم کرنے کے لئے جس خلوص اور خوف وخشیت کی ضرورت ہوتی ہے وہ ان میں یکسر نا پید ہے۔

چنانچہ منہ کی کھانے کے باوجود کمر کس کر پھر میدان میں نکلتے ہیں، کچھ پرانی اور کچھ نئی باتوں کے ساتھ بازاری زبان پر مشتمل ایک اور تحریر ''توبوا الی اللہ قسط دوم'' کے نام سے جہل مرکب تجلی خان نے شائع کی ہے۔ اور خود میاں مٹھو بن کر ایم اے ہونے کا راگ الاپا ہے۔ کوئی بھی معقول اور سنجیدہ شخص اس تحریر کو پورا پڑھنا بھی شاید پسند نہ کرے اور ان کے ماضی سے واقفیت رکھنے والے کے سامنے تو ان کی منافقت اور دورنگی کھلی کتاب ہے۔ موصوف نہایت سوقیانہ انداز میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث پر حملہ آور ہوتے ہیں جس میں انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ''دم تعویذ اور محبت کا گنڈا شرک ہے'' بیان کیا ہے۔ پہلا اعتراض اس روایت کے حوالے سے یہ کیا ہے کہ ڈاکٹر عثمانی نے اس روایت کا صرف ایک ٹکڑا پیش کر کے کام چلایا ہے، حالانکہ کسی روایت کے ایک ٹکڑے

کو جواپنے مضمون میں مکمل ہو کسی بات کے ثبوت میں دلیل کے طور پر پیش کرنا کوئی انوکھی بات نہیں۔ تمام ہی اہل علم کا یہ طریقہ رہا ہے۔ صحیح بخاری میں بھی جگہ جگہ یہی انداز اپنایا گیا ہے۔ ان مرتدین کا زاویہ نگاہ ٹیڑھا ہو جانے کے بعد ہر بات انہیں ٹیڑھی ہی نظر آنے لگتی ہے، بہر نوع یہ جرم ہے تو ان سب کا ہے جنہوں نے اس روایت سے استدلال کرتے ہوئے اسی ٹکڑے کو پیش کیا ہے۔ خود ان کی پیش کردہ شخصیت ناصرالدین البانی، جن کے متعلق اسی کتاب میں انہوں نے تعریفوں کے پل باندھے ہیں، وہ بھی یہ "جرم" کر چکے ہیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی تو یہی الفاظ ہیں، روایت کا باقی حصہ تو واقعہ ہے۔ حبل اللہ میں چونکہ تعویذات پر تفصیلی مضمون لکھا گیا تھا لہذا وہاں یہ پوری روایت پیش کر دی گئی۔ رہا تجلی خان کا یہ کہنا کہ:

"یہ بات یاد رہے کہ اس روایت کے سند پر کلام کیا گیا ہے۔"

(توبوا الی اللہ قسط دوم صفحہ ۱۱۳)

تو یہ تجلی خان کی ہٹ دھرمی پر مبنی جہالت یا پھر دھوکہ دہی ہے! کیونکہ یہ روایت حسن درجہ کی ہے۔ عصر حاضر کے ناصرالدین البانی صاحب بھی اسے صحیح وحسن بتاتے ہیں۔ یہ ناصرالدین البانی تجلی خان اور ان کے ہمنواؤں کے ممدوح و پسندیدہ ہیں۔ ان کی تحقیق پر انہیں اعتماد ہے۔ کیونکہ ان البانی صاحب نے احادیث کی تصحیح وتسوید کا جو کام کیا ہے اس کی انہوں نے بہت زیادہ مدح سرائی اپنی اسی کتاب میں بایں الفاظ کی ہے، لکھتے ہیں:

"انہوں نے احادیث کی تصحیح سے متعلق بہت بڑا کام کیا ہے۔ رہتی دنیا تک ان کا نام علمی حلقوں میں یاد رکھا جائے گا۔ وہ کام جو آج سے گیارہ سو سال پہلے ہو جانا چاہیے تھا۔ ناصرالدین البانی صاحب نے اس کو اس دور میں انجام دیا۔ ابوداؤد، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ کی ضعیف احادیث کو الگ الگ سے شائع کروایا۔ اس کے علاوہ ضعیف اور موضوع احادیث پر السلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ کے نام سے پانچ جلدیں شائع کیں ارواء الغلیل مرتب کی۔ یہ بہت بڑا کام ہے جو انہوں نے انجام دیا۔ مشکوٰۃ کی ضعیف احادیث کے لئے مشکوٰۃ پر حاشیہ لکھ کر انہوں نے اس میں نشاندہی کر دی۔ یہ بہت زیادہ محنت اور مشقت کا کام تھا۔ یہ سعادت ناصرالدین البانی کو ملی۔"

(توبوا الی اللہ قسط دوم صفحہ ۱۴۴)

تجلی خان کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ ان ناصرالدین البانی صاحب نے تصحیح وتسوید کا جو کام کیا ہے وہ ان کے نزدیک بہت بڑا کارنامہ ہے۔ اسی تناظر میں اب یہ بھی دیکھئے کہ ناصرالدین البانی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث کو اپنی کتاب ''صحیح ابوداؤد'' میں لاکر اسے صحیح ہونے کا سرٹیفکٹ دے چکے ہیں، ملاحظہ ہو ناصرالدین البانی کی صحیح ابواؤد جلد۲ صفحہ ۷۳۵، ۷۳۶۔ یہ روایت ابن ماجہ میں بھی موجود ہے۔ البانی صاحب کی ''صحیح ابن ماجہ'' میں بھی اس کو دیکھا جاسکتا ہے، ملاحظہ ہو صحیح ابن ماجہ جلد۲ صفحہ ۲۶۹۔ تجلی خان نے ناصرالدین البانی کے مشکوٰۃ کے حاشیہ کا حوالہ دے کر بھی ان کی تعریف فرمائی ہے۔ تجلی خان کے سراہے ہوئے اس حاشیہ پر بھی نظر ڈال لی جائے اس میں اس روایت پر حاشیہ دے کردہ لکھتے ہیں'' اسنادہ حسن ''یعنی اس کی سند حسن ہے، ملاحظہ ہو مشکوٰۃ مع حاشیہ ناصرالدین البانی جلد۲ صفحہ ۱۲۸۴۔ یہ تو تھا تجلی خان کے ممدوح اور پسندیدہ ''محدث'' کا اس روایت پر قرار واقعی فیصلہ۔ اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے احمد محمد شاکر صاحب کا بھی اس روایت پر فیصلہ پیش کردیا جائے۔ انہوں نے ''مسند احمد'' پر بڑی شرح وبسط سے حاشیہ لکھا ہے۔ وہ بھی اس حاشیہ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس روایت کی سند کو ''حسن'' قرار دیتے ہیں۔ اس کے ایک راوی کو جس کو مجہول کہا گیا ہے اس کے متعلق لکھتے ہیں کہ'' اس کا نام تو نہ معلوم ہے لیکن یہ ہے تابعی اور اس کی حدیث مقبول ہے'' (شرح مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۲۱۸، ۲۱۹)۔ البانی صاحب کے خود تجلی خان معترف ہیں اور احمد شاکر کے ان کے روحانی استاد خا کی جان دامانوی۔ امام بغوی کی شرح السنۃ پر شعیب الارناؤط صاحب نے حاشیہ لکھا ہے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث پر جو انہوں نے حاشیہ لکھا ہے وہ بھی لائق اعتنا ہے، لکھتے ہیں:

> واخرجه بطوله احمد (٣٦١٥) و ابن ماجة (٣٥٣٠)فی الطب : باب تعليق التمائم، واختصر بعضه ابوداؤد (٣٨٨٣) فی الطب: باب فی تعليق التمائم. و ابن اخی زينب مجهول،لكن تابعه عبد الله بن عتبة بن مسعود عند الحاكم ٤/ ٤١٧، ٤١٨ بنحوه و صححه هو والذهبی و باقی رجاله ثقات ، ورواه الحاكم بنحوه

٢١٧،٢١٦/٤ من حديث السری بن اسماعیل عن ابی الضحی، عن ام ناجیه.... ورواه ایضاً من حدیث اسرائیل بن میسرۃ بن حبیب عن المنهال بن عمرو، عن قیس بن السکن الاسدی... و صححه و وافقه الذهبی۔

(شرح السنة للامام البغوی تحقیق زهیر الشاویش و شعیب الارنوؤط جلد ۱۲ صفحه ۱۵۷، ۱۵۸)

''اور اس کی تخریج احمد (۳۶۱۵) اور ابن ماجہ نے (۳۵۳۰) ''الطب'' میں طوالت کے ساتھ کی ہے اور اس کے بعض حصے کو مختصراً ابوداؤد نے (۳۸۸۳) ''الطب'' باب ''فی تعلیق التمائم'' میں ذکر کیا ہے، اور ابن اخی زینب مجہول ہے لیکن حاکم کے پاس (جلد۴ صفحہ ۴۱۷ _ ۴۱۸) عبداللہ بن عتبہ بن مسعود نے بھی اسی طرح اس کی متابعت کی ہے اور حاکم اور ذھبی نے اس کی تصحیح کی ہے اور اس کے باقی راوی ثقہ ہیں، اور حاکم نے اسے اسی طرح (جلد۴ صفحہ ۲۱۶ _ ۲۱۷) سری بن اسماعیل عن ابی الضحی عن ام ناجیہ .... کی سند سے بھی روایت کیا ہے، اور اسی طرح اسے روایت کیا ہے حدیث اسرائیل بن میسرۃ بن حبیب عن منهال بن عمرو عن قیس بن السکن الاسدی.... سے، اور اسے صحیح قرار دیا ہے جس کی ذھبی نے بھی موافقت کی ہے۔''

رہی بات متن کی تو اس میں بھی کوئی بات ایسی نہیں جوان کا بیہودہ ذہن سمجھ رہا ہے۔ اپنی اس مخصوص ذہنیت کی وجہ سے مرتدین نے اس روایت سے جو شیطانی کاروایوں کے معاملات کشید کئے ہیں وہ نہ ہی اس روایت میں بیان ہوئے ہیں اور نہ ہی اس سے نکلتے ہیں۔ شیطانی کاروائی مادی نہیں نفسیاتی اور تخیلاتی ہوتی ہے۔ شیطان کے آنکھ دبانے کا مطلب یہ نہیں کہ وہ اسی طرح آنکھ دباتا ہے جس طرح ایک انسان دوسرے انسان کی آنکھ دبا سکتا ہے۔ شیطان کی کاروائیاں قرآن میں بھی بیان ہوئی ہیں، مثلاً:

''جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ اس طرح کھڑے ہوں گے جس طرح وہ کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان نے چھوکر خبطی بنا دیا ہو'' (البقرۃ: ۲۷۵)

"اور ہمارے بندے ایوب کا ذکر کرو جب کہ اس نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے شیطان نے چھو کر تکلیف اور عذاب میں مبتلا کر دیا ہے" (ص: ۴۱)

ان آیات میں شیطان کا انسان کو چھو کر خبطی کر دینے اور تکلیف و عذاب میں مبتلا کر دینے کا ذکر ہے، آخر ان کی بھی کوئی نہ کوئی توجیہ قرآن کی دیگر آیات کی روشنی میں کی جاتی ہے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی روایت میں بیان کردہ شیطانی کاروائی کی کوئی توجیہ کیوں نہیں کی جاتی؟ دیگر صحیح احادیث میں شیطان کا گدی پہ گرہ لگا دینا، فجر کی صلوٰۃ کے وقت سوتے رہنے والے کے کان میں پیشاب کر دینا، جس کھانے پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اس میں اسکا شریک ہو جانا بیان کیا گیا ہے۔ (صحیح بخاری مختلف ابواب) ۔ ان تمام معاملات میں کوئی معاملہ مادی اور محسوس نوعیت کا نہیں ہے۔ تو آخر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی روایت میں ہی کیوں کیڑے نکالے جارہے ہیں۔ کیا تعویذ اور ٹونے ٹوٹکوں کے جواز کے لئے کوئی راہ نکالی جارہی ہے؟ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گلے میں دھاگہ دیکھتے ہی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسے فوراً توڑ ڈالنا تو شرک کی تردید کا بہترین حوالہ ہے، اس سے ان کے گھر میں شرک کے رواج کا نہیں بلکہ اس کی بیخ کنی کا ثبوت ملتا ہے۔ اور اتنی بات تو کوئی معمولی عقل والا بھی سمجھ سکتا ہے کہ (اس کوڑھ مغز کی سمجھ میں نہ آئے تو اور بات ہے) شوہر کو بیوی کے گلے میں دھاگہ فوراً ہی نظر آجائے گا یا "رواج پا جانے" کے بعد نظر آئے گا۔ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے گلے میں دھاگہ لاعلمی کی وجہ سے ڈالا اور اس کے متعلق علم حاصل ہوتے ہی اس سے چھٹکارا حاصل کر لیا۔ ہر ہر چیز اور ایک ایک بات کا ہر شخص کو فوراً معلوم ہو جانا تو عقل میں آنے والی بات بھی نہیں۔ کتب احادیث کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض احکام بڑے پائے کے صحابہ کو بھی فوراً معلوم نہ ہو سکے، البتہ جیسے ہی انہیں معلوم ہوئے انہوں نے انہیں اختیار کر لیا۔

کم و بیش اسی طرح کی اوچھی ذہنیت کا مظاہرہ صحیح بخاری کی اس روایت کے بارے میں بھی کیا گیا ہے جس میں شیطان کا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آیت الکرسی کی فضیلت بتانے کا ذکر ہے، چونکہ اس روایت میں شیطان کا مسلسل تین رات اناج چوری کرنے کی ناکام کوشش کا ذکر ہے اس لئے علمی خیانت اور فن کاری کے جوہر دکھاتے ہوئے ڈاکٹر عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر برس پڑے

ہیں، چنانچہ اعتراض فرمایا ہے اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک طرف ڈاکٹر عثمانی یہ کہہ رہے ہیں کہ:

''کاروبار کی بات اور ہے مگر عملی دنیا میں آج تک کسی ذہنی سے ذہنی شخص نے اس بات کا اظہار نہیں کیا کہ فلاں قتل انسان نے نہیں بلکہ جن نے کیا ہے اور نہ کبھی کوئی پولیس اس نتیجہ تک پہنچی ہے کہ یہ چوری جنوں کی کارگزاری ہے...'' (تعویذ گنڈہ شرک ہے صفحہ ۱۰) اور دوسری طرف یہ بخاری کی حدیث ہے کہ شیطان نے مسلسل تین دن چوری کرنے کی کوشش کی، تو کیا اب شیطان چوری کی کوشش نہیں کرتا؟ کیا اس نے چوری سے توبہ کر لی ہے؟ ڈاکٹر عثمانی صاحب نے چالاکی سے بخاری کی ایک طویل روایت کے ٹکڑے سے کام چلایا.. وغیرہ وغیرہ۔

(ملخص توبوا الی اللہ قسط دوم صفحہ ۱۱۲)

حالانکہ یہ تمام اعتراضات جہالت وحماقت پر مبنی ہیں اور اس قسم کے اعتراضات سے ان کے اوصاف رذیلہ ہی مزید نکھر کر سامنے آتے ہیں۔ روایت کے کسی ایک ٹکڑے سے استدلال کرنا تو کوئی قابل اعتراض بات نہیں۔ تمام ہی اہل علم یہ کرتے رہے ہیں۔ اور یہی ڈاکٹر عثمانی نے کیا کہ جس مقصد کے لئے اس روایت کو پیش کیا گیا ہے وہ اتنے ٹکڑے سے پورا ہو رہا ہے تو کیا ضروری ہے کہ مختصر سی بات کے لئے پوری طویل روایت پیش کی جائے جبکہ پوری روایت کی ضرورت بھی نہ ہو۔ اور ڈاکٹر عثمانی نے جو جنوں کے چوری کرنے کے متعلق لکھا ہے وہ بالکل درست ہے۔ عام معمول کے مطابق تو اللہ کا قانون دنیا میں یہی ہے کہ شیطان نہ تو انسان کو قتل کر سکتا ہے اور نہ ہی اس کے مال واسباب چوری کر سکتا ہے۔ شیطان کو تو محض وسوسہ اندازی کی حد تک ہی چھوٹ حاصل ہے قتل یا چوری کرنا اس کے دائرہ کار سے باہر ہے۔ ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی روایت میں جو شیطان کا چوری کی کوشش کرنے کا ذکر ہے اس میں قابل غور نکتہ یہ ہے کہ وہ تین دن مسلسل کوشش کرنے کے باوجود بھی کامیاب نہ ہو سکا بلکہ واضح طور پر ناکام ہوا۔ اس واقعہ میں تو شیطان کی ناکامی ونامرادی ظاہر کی گئی ہے اور یہ ایک خاص واقعہ تھا اس میں کوئی معمول یا عام قاعدہ وقانون نہیں بیان کیا گیا ہے۔ اس طرح کے اکا دکا واقعات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ظاہر ہوئے ہیں جن کا مقصد تعلیم یا لوگوں پر حقیقت کا اظہار ہوتا ہے۔ اس روایت میں بیان کردہ واقعہ صاف بتا رہا ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور کا خاص واقعہ ہے۔ بیان کیا جا رہا ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اناج وغیرہ کی نگرانی پر مقرر فرماتے ہیں، رات میں ایک

شخص آتا ہے جو چوری کرنے کی کوشش کرتا ہے، ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے پکڑ لیتے ہیں، وہ بڑی چالاکی سے اپنی محتاجی اور بال بچوں کا حوالہ دے کر گلو خلاصی کرتا ہے۔ صبح ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بتانے سے پہلے ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان سے پوچھتے ہیں کہ رات تیرے قیدی کا کیا حال رہا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ساری صورت حال بتاتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں خبردار وہ جھوٹا ہے اور پھر آئے گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بتانے کے مطابق وہ دوسری رات پھر آتا ہے اور پہلی رات کی طرح معاملہ ہوتا ہے۔ اس بار بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم صبح ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے **خود ہی ان کے قیدی کا** حال پوچھتے ہیں اور کہتے ہیں وہ پھر آئے گا۔ تیسری رات وہ پھر آتا ہے مگر ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس مرتبہ اسے نہیں چھوڑتے تو وہ آیت الکرسی کی فضیلت بتا کر چھٹکارا پاتا ہے۔ واقعہ کی نوعیت اور اس کے الفاظ خود ہی بتا رہے ہیں کہ یہ خاص واقعہ ہے جس کی خبر اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دی تھی، وہ شیطان کے آنے، چوری کی کوشش کرنے، پکڑے جانے، چھوٹ جانے اور پھر دوبارہ آنے سے مطلع تھے۔ اس قسم کے خصوصی واقعے کو عموم اور معمول پر قیاس کرنا اور اس سے قانون و کلیہ اخذ کرنے کی کوشش کرنا قرآن وحدیث کے فہم سے نا آشنا اور کورے ہونے کی علامت ہے۔

احمد بن حنبل تعویذات کے شرک میں مبتلا تھے اور طرح طرح کے (بخار، گنج پن، عسر ولادت، نکسیر) تعویذات لوگوں کو دیتے تھے۔ اس کا ثبوت فراہم کرنے والا کوئی اور نہیں ان کا علمی و صلبی وارث عبداللہ بن احمد ہے۔ اور عبداللہ کی اپنی کتاب "مسائل امام احمد بن حنبل روایۃ ابنہ" جو انہوں نے خود دھڑلے سے اپنے استدلال میں پیش کیا تھا مگر مشکل یہ آن پڑی ہے کہ جب ان کا تریہ طشت از بام کر دیا گیا کہ احمد بن حنبل کے یہ کہنے سے کہ مومن کی روح جنت میں ہوتی ہے، ان کو فائدہ دینے والی کوئی بات ثابت نہیں ہوتی کیونکہ یہ تو دیو بندی، بریلوی اور شیعہ بھی کہتے ہیں کہ روح ہمیشہ یہاں نہیں رہتی۔ اور ان کے پیر و مرشد نے بھی ان کی راہ نما کتاب "الدین الخالص" میں یہی کچھ اپنا عقیدہ لکھا ہے اور اس کے باوجود یہ سب مرنے کے بعد قبر میں جسد عنصری میں سوال و جواب کے لئے روح لوٹانے کے قائل ہیں، تو اس کے بعد اپنے فنِ دینداری کی تمام مہارت بروئے کار لا کر یہ اس کتاب سے ایسے پھرے جیسے کعبے سے کافر۔ کبھی کہا کہ "حدثنا" بولنے والا مجہول ہے، اس کا نہ آتا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

طاغوت کے اولیا

......................................قسط نمبر۲......................................

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو زمین پر بھیجنے سے پہلے ہی اس کے لئے سامانِ زیست کا مکمل اہتمام فرمادیا۔ مالک الملک نے انسان پر بے شمار اور ان گنت احسانات فرمائے جن کا شمار ممکن نہیں چنانچہ فرمایا: **وان تعدو نعمت اللہ لا تحصوھا** (ابراھیم: ۳۴) ''اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو کر نہ سکو گے''۔ اللہ کی سب سے بڑی نعمت ایمان واسلام ہے، جس پر دنیا اور آخرت کی فلاح کا دارومدار ہے۔ اس عظیم القدر نعمت کا مقصد بندے کا اپنے رب سے حقیقی تعلق قائم کرنا اور اسے صحیح خطوط پر استوار رکھنا ہے۔ اس مقصد کی تکمیل کے لئے اس نے بے شمار انبیاءؑ مبعوث فرمائے جنہوں نے انسانوں کی ہدایت اور ان کی تعلیم وتربیت اور تزکیہ نفس کی کماحقہ کوشش کی اور یہ سلسلہ جسے سلسلۃ الذھب کہنا عین مناسب ہے، نبی آخر الزماں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوا اور یوں تکمیلِ دین اور اتمامِ نعمت کا منصوبہ الٰہی مکمل ہوا، ارشاد فرمایا: **الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناً** (المائدہ: ۳) ''آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کردیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کردی اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا''۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے دور میں اس کے بہترین ثمرات ظاہر ہوئے۔ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بموجب تین بہترین ادوار گذرے جبکہ صحیح معنوں میں شیطان کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہوسکی، وار ہوتے رہے مگر اس پر ہی لوٹا دیئے گئے۔ البتہ ان ادوار کے گذرنے کے بعد زوال اور انحطاط شروع ہوا اور پھر شیطان کو موقع ملا وہ بھی اُسی راستے سے جو ہر دور میں بگاڑ کا سبب بنا، یعنی ہر دور کی برائی کی جڑ مردہ پرستی کا راستہ اس امت میں بھی ڈھونڈ نکالا گیا۔ اس بگاڑ کی اصل الاصل حیات وسماع فی القبر کے گمراہ کن اور باطل نظریہ کی خوشنما انداز میں داغ بیل ڈالی گئی اور وہ اس طرح کہ مرنے والے سے عالم برزخ میں ہونے والے سوال وجواب کو آڑ بنا کر اس جسدِ

نہ بچا۔ جب انہیں ''حدثنا'' بولنے والے کا اتا پتا بھی واضح طور سے بحوالہ بتا دیا گیا اور ان کے استدلال کا پائے چوبیں سخت بے تمکین ہو گیا تو لگے کھسیانے ہو کر کھمبا نوچنے اور پینترا بدل کر کہنا شروع کر دیا کہ بخاری اور مسلم کی ان روایات پر جرأت دکھاؤ جن میں ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں اور کرتے کے ساتھ طرز عمل بیان کیا گیا ہے۔ ہم نہ تو ان مرتدین کی خواہش نفس کے کسی طرح پابند ہیں کہ یہ جو بھی مطالبہ کریں ہم فوراً ان کی احمقانہ فرمائش کو پورا کرنے میں لگ جائیں اور مثبت دعوتی کام کو ایک طرف کر کے ان کے مطالبے پورے کرتے رہیں لیکن پھر بھی کرشمہ الٰہی دیکھئے کہ ان کے محبوب و مقدس امام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کے ساتھ کس قدر عقیدت رکھنے والے تھے کہ ان کو ہر وقت اپنی قمیص کی گرہ میں باندھے پھرتے تھے۔ اس بات کو بیان کرنے والے بھی احمد بن حنبل کے چچازاد بھائی حنبل بن اسحاق ہیں، اور یہ انہوں نے اپنی کتاب ''محنة الامام احمد بن حنبل'' میں بتایا ہے۔ چنانچہ جب ان سے پوچھا گیا کہ ''آپ کے امام ان بالوں کو کیوں اور کس لئے اپنے پاس رکھتے تھے اور ان کا کیا کرتے تھے'' اور ان سے ان کی کیا نظریاتی وابستگی تھی؟ (واتقوا اللہ چہارم صفحہ ۲۶) ۔ تو اس بات کا جواب کیا دیتے نہ اس کی ان میں سکت ہے اور نہ ہی چار ایم اے کرنے کے باوجود صلاحیت۔ البتہ احمد بن حنبل کے کارنامے جیسے جیسے ان کے سامنے آرہے ہیں ان بیچاروں کی حواس باختگی بڑھتی جارہی ہے، اور اب دل شکستگی کے ساتھ اتنا کہنے میں عافیت سمجھی کہ:

''مسئلہ بالوں کا اپنے پاس رکھنے کا ہے ہی نہیں'' (توبوا الی اللہ قسط دوم صفحہ ۸۳)

لیکن اس طرح راہ فرار انہیں جتنی آسان نظر آرہی ہے اتنی ہے نہیں والامر صعب ان کو بتانا پڑے گا کہ بالوں کو اپنے پاس رکھنا کیوں کر جائز ہے اور اس کی غرض و غایت کیا ہے؟ اگر ایک چیز ان کے نزدیک شرک کا باعث بن سکتی ہے تو اس کا اپنے پاس رکھنا کیوں کر جائز قرار پائے گا۔ ہمارا بال وغیرہ کی روایات پر تبصرہ تو محفوظ ہے لیکن یہ خود تو بخاری و مسلم پر کسی جگہ سے بھی ہاتھ صاف کر سکتے ہیں کیونکہ انہوں نے تو اس کا لائسنس بنوالیا ہے کہ ''بخاری و مسلم'' تنقید سے بالاتر نہیں (توبوا الی اللہ قسط دوم صفحہ ۸۲) ، جو بخاری و مسلم کی درجنوں روایات پر بغیر کسی اصول کے ''غیر صحیح'' کا تبصرہ کرنے کا حق رکھتے ہیں ان کے لئے انس اور طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی دو روایات کیا حیثیت رکھتی ہیں لیکن اب یہ اپنے

امام کو کیسے بچائیں گے؟ یہ بات تو اپنی جگہ بالکل درست ہے کہ صحیح بخاری یا صحیح مسلم کا درجہ قرآن کریم کے برابر نہیں، ان کے مولفین نے تو اللہ کی تائید سے احادیث کے اعلیٰ ترین معیار کے مجموعے مرتب کیئے ہیں، ان کی تدوین کڑی شرائط کے تحت کی ہے اور اپنی حد تک پوری تحقیق سے کام لیا ہے ان کی محنت اور کام قابل قدر ہے لیکن انسانی کاوش ہونے کی وجہ سے تمام تر احتیاط کے باوجود خطا کا ہونا عین قرین قیاس ہے، لیکن خطا، غلطی یا سقم وہی تسلیم کیا جائے گا جو محدثین کے مسلمہ اور متداول اصولوں کے مطابق ہو، کسی ''خاص ذہن'' کے تحت یا کسی ''خصوصی مقصد'' کے حصول کے لئے کسی تجلی خان جیسے ہر نتھو خیرے اور مرقع جہالت کو کلہاڑا ہاتھ میں دے کر کھلی چھوٹ نہیں دی جاسکتی کہ یہ لو اور اندھا دھند پل پڑو کتب احادیث پر!! ٹھیک ہے ان کتابوں میں بعض مقامات پر سہو واقع ہوئے ہیں اور محدثین نے ان کی نشاندہی بھی کی ہے۔ ایک متن اگر کئی سندوں سے انہوں نے لیا ہے تو اس میں کسی راوی سے کمی بیشی یا غلطی بھی کسی جگہ ہوئی ہے، دیگر اسناد سے تقابل کر کے کسی ایک راوی کے بیان کردہ متن کو درست قرار دیا ہے تو جس سے اس متن کے بیان کرنے میں جو غلطی ہوئی ہے اس کی نشاندہی بھی کر دی گئی ہے۔ یہ معاملہ تو خالص تحقیقی اور محدثین کے منہج کے مطابق ہے، مگر کاندھلوی کے ان اندھے مقلدین کا یہ انداز نہیں ہے بلکہ اب تو یہ کاندھلویت سے ترقی کر کے مشرف بہ پرویزیت ہو چکے ہیں!۔ آخر پرویز بھی تو احادیث کو ماننے کا دعویٰ کرتا ہے مگر اس کے انداز، طرز عمل، اور سارے کام نے اسے منکرین حدیث کا چمپئن بنا دیا ہے۔ فن دینداری کے اس مجدد نے بڑے زور و شور سے یہ غلغلہ بلند کیا ہے کہ جب فلاں چیز میں تبدیلی ہو سکتی ہے نصابی اسلامیات میں تبدیلی ہو سکتی ہے، سعوی عرب کے چھپے ہوئے قرآن میں تحریف ہو سکتی ہے وغیرہ وغیرہ، تو احمد بن حنبل کے اس خط میں تحریف کیوں نہیں ہو سکتی۔ حالانکہ تحریف کا امکان الگ بات ہے، اس امکان سے تو کتاب اللہ کے علاوہ کوئی کتاب بھی باہر نہیں ہے، اور تحریف کا ثابت ہونا بالکل الگ بات ہے۔ منکرین حدیث بھی ذخیرہ احادیث کو ناقابل اعتماد ثابت کرنے کے لئے یہی شوشہ چھوڑتے ہیں کہ جب سینکڑوں ہزاروں احادیث گھڑی گئی ہیں تو جن احادیث کو صحیح کہا جاتا ہے وہ آخر گھڑی ہوئی کیوں نہ ہوں گی! بھلا اس بے تکے استدلال کی کوئی وقعت ہو سکتی ہے؟ ماضی کے جتنے لوگوں نے کفر و شرک سے لبریز کتابیں لکھی ہیں آخر ان کے لئے یہ انوکھا منکرین احادیث والا اصول کیوں نہیں

اپنایا جاتا۔ پھر ابن عربی، غزالی، شاہ ولی اللہ، اشرف علی تھانوی وغیرہ کو اس رعایت کا مستحق کیوں نہ سمجھا جائے؟ ہے کوئی جواب دینے والا! حیات فی القبر کے ماننے والے تو صدیوں سے اسی خط کے عقیدے کو احمد بن حنبل کا اور اپنا عقیدہ بتا کر پیش کرتے رہے ہیں۔ اب یہ بھی عجب ستم ظریفی ہے کہ جب یہ احمد بن حنبل کے متوالے اپنے امام کو بچانے میں بری طرح ناکام اور خائب و خاسر ہو گئے تو امام ابوحنیفہؒ کے پیچھے پڑ گئے اور کہا کہ امام ابوحنیفہ کو کیوں اچھا سمجھتے ہو ان کو تو امام بخاری نے مرجیہ قرار دیا ہے۔ اسی جاہلانہ شان کے ساتھ فرمایا:

”لفظ مرجیہ محدثین کی نگاہ میں بدترین گمراہ لوگوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے“

(توبوا الی اللہ [redacted] صفحہ ۴۷)

ان کی جہالت واتقوا اللہ چہارم صفحہ ۴۱ تا ۴۳ میں باحوالہ واضح کر دی گئی اور مرجیہ کے متعلق محدثین کا قاعدہ پیش کر دیا گیا کہ وہ اس لفظ کا اطلاق اس شخص پر کرتے ہیں جو ایمان میں کمی و زیادتی کا قائل نہ ہو اور نہ ہی اعمال کو حقیقت ایمان میں داخل سمجھتا ہو۔ امام ابوحنیفہؒ کے ارجاء کی نوعیت یہی ہے نہ کہ اس گمراہ فرقے والی جو عمل کو ضروری نہیں سمجھتا۔ دراصل گروہ محدثین اور فقہا میں یہ محض لفظی نزاع تھا کہ ایمان کم و بیش ہوتا ہے یا نہیں اور یہ کہ اعمال ایمان میں داخل ہیں یا نہیں اور یہ نزاع کوئی قابل تشویش بات بھی نہیں کیونکہ عمل کی اہمیت اور ضرورت دونوں ہی گروہ یکساں طور پر مانتے تھے، ان دونوں میں سے کوئی بھی عمل کی اہمیت سے منکر نہ تھا، اس وجہ سے علماء محققین نے محدثین اور فقہا کے اس اختلاف کو لفظی اور ان کی شان میں غیر قادح قرار دیا ہے، مگر یہ علم و دانش سے یکسر تہی داماں جہل مرکب اس کافی و شافی وضاحت کے بعد بھی اپنی جہالت پر مصر ہیں کہ مرجیہ صرف شدید گمراہ فرقے ہی کو کہا جاتا ہے اور اس کے لئے انہیں حنفیت میں متعصب قسم کے لوگ مثلاً فقیر محمد جہلمی اور مفتی عزیز الرحمٰن ملے جن کی کتابوں سے حوالے دے کر سوال کرتے ہیں کہ:

”ناظرین اگر مرجیہ ہونا کوئی جرح نہیں تو ایک حنفی عالم کو اتنے غضبناک ہونے کی کیا ضرورت تھی“

(توبوا الی اللہ قسط دوم صفحہ ۹۷)

ان علم و ادب کے یتیموں کو اپنے جیسے کسی فقیر محمد جہلمی سے سہارا مل گیا اور سمجھ بیٹھے کہ ہم نے میدان مار لیا ہے۔ اگر یہ اصولی موقف پر مبنی کتابوں کا مطالعہ کریں تو شاید ان کے دماغ درست ہو

جائیں!اگر انہیں نہیں معلوم تو ہم نشاندہی کئے دیتے ہیں عبدالحیؒ لکھنوی نے اپنی کتاب ''الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل'' (صفحہ۸۱تا۸۳) میں وضاحت کے ساتھ ارجاء کی بحث اور ابوحنیفہؒ کے ارجاء کی نوعیت بیان کردی ہے۔اسی طرح ظفر احمد عثمانی نے بھی ''قواعد علوم الحدیث'' (صفحہ۱۴۳تا۱۴۶) میں اس پر کافی وشافی بحث کی ہے زاہد الکوثری کی ''تانیب الخطیب'' میں بھی اچھی خاصی وضاحت ارجاء پر موجود ہے۔یادرہے کہ یہ سب کے سب حنفی کہلانے والے ہیں اور احناف میں ان کو بڑا علمی مقام حاصل ہے۔سردست تو دو کے جواب میں تین حوالے پیش کردیئے ہیں ولدینا مزید۔ان سب نے امام ابوحنیفہؒ کے ارجاء کی نوعیت وضاحت کے ساتھ بیان کر کے فیصلہ یہی کیا ہے کہ محدثین اور فقہا کا اعمال کے ایمان میں داخل ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں نزاع محض لفظی ہے اس میں کسی پر طعن کرنا درست نہیں ارجاء کے بارے میں ان جاہلوں کی آنکھیں مزید کھولنے کے لئے علم واصول سے واقفیت رکھنے والوں کی کچھ اور عبارات پیش خدمت ہیں۔ابراہیم بن طہمان کے ترجمے میں سفیان بن عیینہ نے انہیں مرجیہ قرار دیا ابو الصلت نے (جو اس بات کے راوی ہیں) یہ وضاحت کی کہ ان کے ارجاء کی نوعیت بالکل صحیح ہے گمراہانہ نہیں اور پھر حاشیہ لکھنے والوں نے اس ارجاء کی مزید وضاحت کردی کہ:

''المؤلفون فی الجرح و التعدیل یطلقون الارجاء علی من لا یقول بزیادة الایمان و نقصانه و لا بدخول العمل فی حقیقة و هو لیس بطعن فی الحقیقة.'' (حاشیه تهذیب الکمال جلد ۲ صفحه ۱۱۱)

''جرح وتعدیل کے مولفین ارجاء کا اطلاق اس پر کرتے ہیں جو ایمان میں کمی وزیادتی کا قائل نہ ہو اور نہ ہی اعمال کے حقیقت ایمان میں داخل ہونے کا قائل ہو اور یہ حقیقت میں طعن نہیں۔''

عمرو بن مرہ کو ابوحاتم نے مرجیہ قرار دیا سیر اعلام کے محشی لکھتے ہیں:

الارجاء الذی یُعد بدعةً هو قول من یقول: لا تضر مع الایمان معصیة، واما من یقول: نرجیء امر المومنین و لو کانوا فساقاً الی الله، لا ننزلهم جنةً و لا ناراً، و لا نتبرامنهم، و نتو لاهم فی الدین

فھو من الارجاء المحمود الذی یقول بہ جمھور الائمۃ من المسلمین. (سیر اعلام النبلا جلد ۵ صفحہ ۱۹۷)

''جس ارجاء کو بدعت قرار دیا جاتا ہے وہ یہ بات ہے کہ ایمان کے ساتھ گناہ نقصان دہ نہیں ہیں البتہ جو یہ کہتا ہے کہ مومنین چاہے فاسق ہوں ہم ان کے بارے میں اللہ سے اچھا گمان رکھتے ہیں، انہیں جنتی یا دوزخی قرار نہیں دیتے اور نہ ہی ان سے تبرا کرتے ہیں اور دین کے معاملات میں ہم ان سے دوستی رکھتے ہیں تو یہ ارجاء اچھا ہے جس کے کہ جمہور آئمہ مسلمین قائل ہیں۔''

بشر الحافی نے ابومعاویہ کو مرجیہ قرار دیا ہے سیر اعلام کے محشی نے لکھا ہے:

فان الارجاء الذی یطلقہ المحدثون علی من لا یقول بزیادۃ الایمان و نقصانہ، و لا بدخول العمل فی حقیقۃ، لیس بطعن فی الحقیقۃ علی ما لا یخفی علی المھرۃ النقاد، و ھو مذھب لعدۃ من جلۃ العلماء

(سیر اعلام النبلاء جلد۹ صفحہ ۲۶)

''ارجاء کا اطلاق محدثین اس پر کرتے ہیں جو ایمان میں کمی و زیادتی کا قائل نہ ہو اور نہ ہی اعمال کے حقیقت ایمان میں داخل ہونے کا قائل ہو اور فی الحقیقت اس میں کوئی طعن کی بات نہیں جیسا کہ ماہر ناقدین پر مخفی نہیں اور یہ تو بڑے بڑے علماء کا مذھب ہے۔''

حوالے تو بہت سے پیش کئے جا سکتے ہیں لیکن سمجھدار کے لئے یہ بہت کافی ہونا چاہیے۔ اگرچہ ان حمقاء کے نزدیک اب بھی یہ ان کے دل کا روگ بنا رہے گا لا یزال بنیانھم الذی بنوا ریبۃ فی قلوبھم الا ان تقطع قلوبھم (سورۃ التوبۃ: ۱۱۰) ''ان کی بنائی ہوئی دیوار ہمیشہ ان کے دل کا روگ بنی رہے گی، الا یہ کہ ان کے دل ہی پارہ پارہ ہو جائیں۔''

ڈاکٹر عثمانی صاحب ؒ کی ایک بھول میں ان عقل کے اندھوں کو بڑی کشش نظر آئی حالانکہ بھول یا خطا کا ہو جانا انسان ہونے کے لحاظ سے ایک فطری بات ہے کوئی غیر معمولی بات نہیں، لیکن اس پر

بڑے زور وشور سے نعرہ مارا ہے کہ دیکھا انہوں نے مان لیا کہ ڈاکٹر صاحبؒ سے بھول ہوگئی! علم وآگہی کے یہ بزرجمہر شاید اپنے آپ کو بھول، خطایا غلطی سے مستثنیٰ سمجھ بیٹھے ہیں اگر ایسا ہی ہے تو انہیں اپنے متعلق امام معصوم ہونے کا اعلان کر کے شیعوں کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہیے کہ تم جس بارہویں امام معصوم کے منتظر ہو وہ مابدولت ہیں!۔ اور اگر ایسا نہیں تو ڈاکٹر صاحبؒ کی بشری بھول پر قلقاریاں مارنے کا کیا مطلب ہے۔ خود تو بے شرمی سے ایک ایک ہوائی تیر خطا ہونے کے بعد اپنی غلطی ماننے کے بجائے ڈھٹائی سے پینترا بدلنے میں ثانی نہیں رکھتے اور لگے ہیں ڈاکٹر عثمانیؒ جیسے مرد مجاہد کی بشری بھول پر بغلیں بجانے۔

ان کے اس چھچھورے پن کو تو خیر آدمی کیا کہے، جو کچھ جادو اور اس کے متعلقہ ابواب میں ان کم ظرف لوگوں نے لکھا ہے وہ تو اس سے کئی درجے زیادہ ہے حالانکہ ہم ایک سے زائد مرتبہ جادو کے متعلق تفصیلی وضاحت کر چکے ہیں کہ جادو کفر ہے اس کا کرنا اور سیکھنا بلاشبہ کفر کا کام ہے۔ جادو حق نہیں باطل ہے اس کا وجود واثر اسی قدر محدود ہے جتنا کہ قرآن وحدیث میں بیان ہوا ہے، اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ فضول اور بکواس ہے۔ اللہ تعالیٰ انسانوں کو پیدا کرنے والا اور مالکِ کُل ہے۔ اس نے انسانوں کی آزمائش کے لئے طرح طرح کی چیزیں پیدا کی ہیں۔ شیطان کو بھی اسی نے انسان کی آزمائش کے لئے دنیا میں بھیجا وہ کسی بھی طرح انسانوں کو آزما سکتا ہے۔ یہودیوں پر اتمام حجت کے لئے دو فرشتوں پر جادو نازل کیا گیا انہوں نے لوگوں کو سکھایا لیکن وہ لوگوں کو پہلے ہی خبردار کر دیتے تھے کہ ہم تمہاری آزمائش کے لئے ہیں اگر سیکھو گے تو کافر ہو جاؤ گے۔ اصحاب سبت کو اور بھی شدید آزمائش میں ڈالا گیا، سورۃ اعراف میں اللہ تعالیٰ نے یہ واقعہ ذکر کیا ہے کہ وہ بستی دریا کے کنارے آباد تھی ان لوگوں کی گذر بسر کا ذریعہ ماہی گیری تھا اور ہفتے کے دن مچھلیاں پکڑنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے منع تھا، آزمائش اتنی سخت کہ عام دنوں میں مچھلیاں سطح آب پر نہیں آتی تھیں اور ہفتے کے دن جب کہ مچھلیاں پکڑنا منع تھا خوب ابھرا بھر کر سطح آب پر آتی تھیں۔ کیا یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے خود انہیں کفر کی ترغیب دی اور خود ہی انہیں نافرمانی پر ہلاک کیا یعنی ان پر ظلم کیا نعوذ باللہ!۔ ان مرتدین نے جادو کے معاملے میں حد سے زیادہ ظلم کا ارتکاب کیا کبھی مولوی بشیر نے فرشتوں کو شیطان بنایا کبھی سورۃ البقرۃ کی آیت ۱۰۲ کی پوری ترتیب بدل کر دہ

کارنامہ انجام دیا جو یہودیوں سے بھی نہ ہوسکا اور کبھی ان کے کسی ''نامور محقق'' نے یہ نادر تحقیق پیش کی کہ موسیٰ علیہ السلام جو جادوگروں کے جادو کرنے پر ڈرے تھے تو اس لئے کہ ان کو مغلوب ہو جانے کا ڈر تھا اس طرح موسیٰ علیہ السلام کے ایمان پر اللہ کے بارے میں بے اعتبار ہونے کا دھبہ لگانے کی نجس کوشش کی۔ اس بارے میں ان کے ایک ایک اشکال اور ایک ایک دلیل کا قرآن مجید کی آیات اور صحیح احادیث کے حوالوں سے حبل اللہ اور واتقوا اللہ میں مکمل جواب دیا جا چکا ہے اس لئے ہم اس بحث کو دوبارہ چھیڑنا غیر ضروری سمجھتے ہیں البتہ فن دینداری میں یکتا ان عجوبوں کے کچھ نئے کھلائے ہوئے ''گلوں کی بہار'' ضرور دکھانا چاہتے ہیں۔ تو بوا الی اللہ پہلی قسط میں انہوں نے جہالت اور حماقت کی بنا پر یہ دعویٰ کیا تھا کہ:

''جادو سے متعلق بخاری و مسلم کی روایات میں صراحت کے ساتھ یہ ذکر کیا گیا ہے کہ نبی ﷺ پر جادو کیا گیا سال یا چھ ماہ تک آپ جادو کے زیر اثر رہے''۔ (توبوا الی اللہ صفحہ ۱۱۵)

ان علم کے دعویداروں پر واتقوا اللہ چہارم صفحہ ۲۸ پر واضح کر دیا گیا کہ کسی بھی صحیح روایت میں سال یا چھ ماہ کا ذکر نہیں، بخاری و مسلم کے حوالے سے انکا یہ صریح جھوٹ اور نری جہالت ہے جو محض اپنی مطلب براری کے لئے سب کچھ جائز سمجھنے کے موقف کا نتیجہ ہے۔ موصوف حسب عادت اپنی صریح کذب بیانی کا اعتراف اور رجوع کرنے کے بجائے حسب عادت قلابازی کھاتے ہوئے ڈھٹائی کے ساتھ لکھتے ہیں:

''جادو کو درست مانتے ہو تو اس کی مدت کا تعین بھی تمہیں کرنا ہوگا کہ کس مدت میں یہ جادو ہوا تھا۔ کتنے عرصہ رہا تھا... (توبوا الی اللہ قسط دوم صفحہ ۱۴۷)

قارئین نے ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ ڈھیٹ ہونے کے فن میں یہ کس قدر طاق ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو ہونے کے متعلق جتنا ہمیں صحیح احادیث میں ذکر ملا اس سے ہم نے اس کی نوعیت کو واضح کر دیا ہم ان کی طرح فن دینداری کے ماہر نہیں ہیں کہ جو چیز صحیح احادیث میں موجود نہ بھی ہو تو بھی کمال چابکدستی سے اس میں ڈال دی جائے اور نہ ہم اس کو ضروری سمجھتے ہیں کہ ان کے ہر احمقانہ مطالبے کو پورا کرنے میں لگ جائیں!۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی مشرکین مکہ کے سارے مطالبے پورے کرنے میں لگ جاتے تو دعوت کا کام تو دھرا رہ جاتا! ان کی ذہنی خباثت تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق

''مخبوط الحواس'' (توبوا الی اللہ صفحہ ۱۱۶) کے الفاظ استعمال کرنے سے ہی روز روشن کی طرح عیاں ہے (العیاذ باللہ)۔ اس طرح صفحہ ۱۰۴ پر جھینپتے ہوئے اپنی غلطی کو تسلیم تو کیا ہے لیکن بس نہ ماننے والے انداز میں گویا صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں۔ آخر جرأت اظہار کو کیا ہو گیا ہے کس واسطے زبان بند ہے کیوں نہیں صاف طور پر مان لیتے کہ ہم نے کمال ہوشیاری دکھانے کی کوشش کی تھی لیکن وا حسرتا کہ منہ کی کھائی۔

فن دینداری کا ایک اور مظاہرہ باطل استدلال کے ذریعے تجلی خان اور اس کے پس پردہ ہم نشینوں نے کیا ہے۔ حبل اللہ اور واتقوا اللہ کے مضامین میں قرآن وحدیث کے حوالے سے شیطان کو دی گئی چھوٹ کا ذکر کیا گیا ہے بتایا گیا کہ شیطان گمراہی کا ذوق رکھنے والوں کو تو بہکا سکتا ہے لیکن اللہ کے مخلص بندوں پر اس کے تمام حربے بے اثر ہیں ان پر اس کا بس نہیں چلے گا۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ شیطان اللہ کے مخلص بندوں کو گمراہ نہیں کر سکتا، ان کو اپنے راستے پر نہیں چلا سکتا، اس کا مطلب یہ نہیں کہ شیطان کے کسی بھی وسوسے کا ان پر اثر نہیں ہو سکتا: شیطان انہیں وقتی طور پر کسی بھول میں مبتلا نہیں کر سکتا!۔ قرآن سے ہی اللہ کے مخلص بندوں پر شیطانی وسوسے کا وقتی اثر اور اس کی وجہ سے بھول ولغزش کا ثبوت موجود ہے، مثلاً موسیٰ علیہ السلام کے گھونسے سے قبطی مر گیا تو انہوں نے کہا **ھذا من عمل الشیطان** (القصص: ۱۵) ''یہ شیطان کے کام میں سے ہے''۔ اسی طرح جب موسیٰ علیہ السلام خضر علیہ السلام سے ملاقات کے لئے گئے راستے میں سو رہے تھے کہ مچھلی جو کہ نشانی تھی پانی میں چلی گئی، خادم یوشع بن نون دیکھ رہے تھے لیکن موسیٰ علیہ السلام کے اٹھنے پر بتانا بھول گئے اور کافی آگے جا کر انہیں یاد آیا موسیٰ علیہ السلام سے انہوں نے کہا کہ مجھے اس مچھلی کا آپ سے ذکر کرنا شیطان نے بھلا دیا تھا (الکہف: ۶۳) خود اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے فرمایا گیا: **واما ینسینک الشیطان** ''اگر شیطان آپ کو بھلا دے'' الغرض یہ کہ اللہ تعالیٰ کے مخلص ترین بندوں کو بھی شیطان وقتی طور پر بھول میں مبتلا کر سکتا ہے اور شیطان کا یہ بھول میں مبتلا کرنا اس کا وقتی اثر ہی ہے۔ قرآن میں آدم علیہ السلام کا کئی جگہ بیان کیا جانے والا واقعہ بھی اس کی واضح مثال ہے۔۔۔ اس وقتی معاملے سے نہ تو ایسا ہوتا ہے کہ یہ اللہ کے مخلص بندے نہ رہیں اور نہ ہی یہ کہ جاننا عقل و دانش پر مبنی ہے کہ شیطان کو ان پر زور حاصل ہو گیا۔

اگر کوئی ایسا کہتا ہے تو وہ ظاہر ہے کہ وہ انتہائی درجہ کا جاہل مطلق اور احمق ہے جیسا کہ یہ تجلی خان! چنانچہ لکھتے ہیں:

اللہ کے مخلص بندوں پر شیطان کا بس نہیں چل سکتا لیکن جادو چونکہ شیطانی کام ہے اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام اور اللہ کے نبی ﷺ پر جادو کا وقتی اثر مانا ہے اس لئے ہم نے موسیٰ علیہ السلام اور نبی ﷺ کو اللہ کے مخلص بندوں کی جماعت سے خارج کر دیا۔

(ملخص توبوا الی اللّٰہ قسط دوم صفحہ ۱۵۸)

ان کے کوڑھ مغز ہونے کا اس سے بڑا اور کیا ثبوت ہوگا تجلی خان بتائے کہ شیطان کے کسی وسوسے کا آج تک اس پر یا اس کے ہمنواؤں پر کبھی اثر ہوا ہے یا نہیں؟ (ویسے تو شیطان نے ان کے دل ودماغ کو پوری طرح قابو میں کیا ہوا ہی ہے) اگر ہوا ہے تو یہ اپنے آپ کو کس صف میں شمار کرتا ہے، اللہ کے مخلص بندوں کی یا شیطان کے آگے بے بس ہو جانے والوں کی؟ اور اگر نہیں ہوا تو اس نے ابھی تک شیعوں کا بارہواں امام معصوم ہونے کا دعویٰ کیوں نہیں کیا ہے۔

و ما انزل علی الملکین.... میں "ما" کو نافیہ ثابت کرنے کے لئے تجلی خان نے اس مرتبہ بھی بہت سے صفحات وقف کئے ہیں اور پکڑ دھکڑ والا انداز اختیار کرتے ہوئے جو بھی ان کو اپنا ہمنوا ملا ہے اسے پیش کرنے سے دریغ نہیں کیا ہے قطع نظر اس کے کہ جب یہی مفسر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو ہونے کو درست مانتے تو وہاں نہ جانے کیوں ان کے لئے ناقابل اعتبار ہو جاتا ہے! (یہ قاعدہ اسی کا بنایا ہوا ہے) دراصل ان کا انداز اختیار کر کے تو ہم "ما" کو "موصولہ" قرار دینے والوں کے حوالے تجلی خان سے زیادہ پیش کر سکتے ہیں مگر ایسا غیر معیاری انداز ہم ہرگز اختیار نہیں کرنا چاہتے۔ جبل اللہ کے مضمون اور واتقوا اللہ میں ہم اس آیت کے صحیح ترجمے کو بھرپور دلائل کے ساتھ پیش کر چکے ہیں اور اس سلسلے میں وارد کئے جانے والے تمام اشکالات کے ساتھ ان کی تحریفات اور ہرزہ سرائیوں کی حیثیت بھی واضح کر چکے ہیں البتہ ایک بات یہاں پر کہنا مناسب سمجھتے ہیں کہ "توبوا الی اللہ" کی پہلی قسط اور دوسری قسط کے صفحہ ۲۳۴ پر تجلی نے ڈھنڈورہ پیٹا ہے کہ بخت زادہ نے ان کو لاجواب کر دیا مناظرے ہوئے اس میں ان کو شکست ہوئی وغیرہ وغیرہ۔ بہتر ہوگا کہ یہاں کتاب ماضی کے کچھ ورق پلٹ کر ان کے سامنے رکھ دئے جائیں۔

خوشتر آں باشد کہ سرِ دلبراں   گفتہ آید در حدیث دیگراں

جاننے والے اچھی طرح جانتے ہیں کہ جب بخت زادہ اور اس کے کچھ ہمنواؤں نے جادو کا معاملہ اٹھایا تو انہیں سمجھایا گیا، کچھ عرصے بعد انہیں عقل آ گئی اور رفاہ عام میں سالانہ اجتماع میں سب کے سامنے ان سب نے توبہ کرنے کا اعلان کیا اور تنظیمی موقف بھی بالکل درست مان لیا، پھر کچھ عرصے بعد شیطان کا ان پر وار ہوا اور سوات کے کچھ منکرین قرآن وحدیث کے فریب میں آ کر انہوں نے پھر جادو کے معاملے میں اشکالات اٹھانے شروع کیے، افہام وتفہیم کے لئے فرنٹیر کالونی کی مسجد میں صلوٰۃ العشاء کے بعد راقم اور محمد ی گل صاحب ان کو غلط فہمیاں دور کرنے میں سنجیدہ خیال کر کے گفتگو کے لئے بیٹھ گئے، بخت زادہ نے و ما انزل علی الملکین۔۔ پڑھ کر کہا کہ ''یہ 'ما' موصولہ ہے نافیہ نہیں ہے'' فرشتوں پر جادو تو نہیں البتہ کچھ اور علم نازل کیا گیا تھا''۔قرآن وصحیح احادیث کے حوالے سے کافی سمجھانے کے باوجود ''ما'' کو موصولہ مانتے ہوئے بھی اپنے اسی موقف پر بضد تھے کہ فرشتوں پر کچھ اور نازل ہوتھا، بہر حال نہ ماننا تھا نہ مانے۔امیر محترم حنیف صاحب چونکہ دعوتی دورے پر گئے ہوئے تھے اس لئے انہوں نے کہا کہ ہمیں آخری موقع کے طور پر حنیف صاحب سے گفتگو کا موقع دیا جائے۔ پندرہ دن کے بعد حنیف صاحب سے گفتگو کے لئے ناظم آباد کی مسجد میں نشست ہوئی بخت زادہ نے و ما انزل علی الملکین۔۔۔ پڑھ کر کہا کہ ''یہ 'ما' نافیہ ہے موصولہ نہیں''۔یہ ہے ان سیاسی بازیگروں کا حال بات سے پھر جانا تو ان کے لئے ایک کھیل ہے۔

الغرض، اگر بخت زادہ کا قول قدیم برقرار رہتا تو تجلی خان کے نزدیک ''ما'' کو نافیہ کہنے والوں کی کوئی حیثیت نہ ہوتی۔ یہاں ایک اور بات بھی قابل بیان ہے کہ فرنٹیر کالونی کی مسجد میں جب گفتگو ہوئی محمد ی گل صاحب نے بخت زادہ اور ان کے ہمنواؤں سے پوچھا کہ آپ کا مرض صرف جادو کا ہے یا احمد بن حنبل اور رفع ونزول عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بھی آپ اشکال رکھتے ہیں۔انہوں نے کہا کہ اللہ گواہ ہے کہ ہمیں اشکال صرف جادو کے بارے میں ہے **احمد بن حنبل کو ہم کافر کہتے ہیں** اور رفع ونزول عیسیٰ علیہ السلام پر ہمارا ایمان ہے مگر منافقت جو ان کے انداز سے معلوم ہو رہی تھی رنگ دکھا کر رہی اور حنیف صاحب سے گفتگو ہونے کے بعد احمد بن حنبل کے پرستاروں اور

عنصری میں روح لوٹائے جانے، اس کے زندہ ہو جانے، سننے سنانے کے عقیدے کو پھر سے رائج کیا گیا اور اس پر ایمان لانے اور عقیدہ بنانے کی تلقین اور تبلیغ کی گئی۔ چنانچہ اس امت کی سر برآوردہ اور قد آور تیسری صدی کی مشہور شخصیت امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں:

و الایمان بمنکر و نکیر و عذاب القبر و الایمان بملک الموت یقبض الارواح ثم ترد فی الاجساد فی القبور فیسالون عن الا یمان و التوحید (طبقات حنابلة و غیرها)

''منکر و نکیر، عذاب قبر، ملک الموت کے ارواح کو قبض کرنے پھر ارواح کے قبروں میں جسموں کی طرف لوٹائے جانے پر ایمان لانا ضروری ہے، اور اس پر بھی کہ قبر میں ایمان و توحید کے بارے میں سوال ہوتا ہے۔''

قرآن وحدیث کے صریحاً خلاف اس عقیدے کے جواز اور اثبات کے لئے اس کے ماننے والوں کی طرف سے صحیح احادیث کے غلط معنی و تشریح کی جاتی رہی ہے اور منکر و موضوع روایات کو بطور دلیل و حجت کے پیش کیا جاتا رہا ہے، اس سلسلے میں اظہار حق اور اصلاح احوال کی غرض سے قرآن و حدیث کے نا قابل تردید حوالہ جات سے صحیح عقیدہ پیش کیا گیا، اللہ تعالیٰ کے وقار کو ترجیح دیتے ہوئے بڑے بڑے ناموں اور قد آور شخصیات کا لحاظ کئے بغیر ان کی گرفت کی گئی اور امام احمد بن حنبل کے باطل عقیدے کو یکسر مسترد کر دیا گیا۔ اب ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اللہ کے دین کو ماننے والے، اسلام کا دم بھرنے والے قرآن وحدیث سے اپنی وابستگی ثابت کرتے اور شخصیات کی مذموم عقیدت کے قلادے کاٹ ڈالتے، مگر ایسا نہ کیا گیا بلکہ اپنے طرز عمل سے انھوں نے ثابت کیا کہ دین اسلام سے ان کا تعلق، قرآن وحدیث سے ان کی وابستگی محض برائے نام ہے اور وہ بھی درحقیقت گذشتہ امتوں کے لوگوں کی طرح نامور شخصیات کے گرویدہ اور ان کے دام تزویر میں گرفتار ہیں بلکہ انہی کے عقیدت مند اور انہی کے قدم بقدم بالشت بہ بالشت پیروکار ہیں۔ چونکہ یہ اپنے آپ کو دین کا بہی خواہ اور ٹھیکیدار سمجھتے ہیں ان کو کب گوارا ہو سکتا ہے کہ ان کے باطل عقیدے پر ضرب لگے اور ان کے پیشواؤں، ان کے مقتداؤں کی گرفت کی جائے۔ چنانچہ ان کی طرف سے بڑے ہی شدید رد عمل کا اظہار ہوتا رہا ہے۔ حیات وسماع فی القبر

ان جادو کے ماروں کے دکھ درد مشترک ہو گئے اور صورت حال یہ ہوگئی کہ:

من تو شدم تو من شدی   من جان شدم تو تن شدی ،

اور اب قرآن و حدیث کا ایک کھلا کفر اور انہوں نے کیا ہے کہ رفع و نزول عیسیٰ علیہ السلام کے منکر ہو کر قادیانیت سے قربت بڑھائی، البتہ اس معاملے میں ان میں آپس میں پھوٹ پڑی ہوئی ہے اور جوتیوں میں دال بٹ رہی ہے۔

احمد بن حنبل کے ان پرستاروں کو ایک آئینہ دکھا دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ خلق قرآن کے غیر ضروری مسئلے کو تجلی خان نے تو بوالی اللہ دوم میں بہت ہی بڑھا چڑھا کر معرکۃ الآرا مسئلہ بنانے کی کوشش کی ہے اس کے لئے ابوزہرہ مصری کی کتاب امام احمد بن حنبل سے خاصا مواد نقل کیا ہے لیکن ابوزہرہ نے پوری کتاب احمد کی تعریف میں لکھنے کے باوجود یہ لکھ کر ان کے منہ پر طمانچہ رسید کر دیا ہے کہ ”خلق قرآن کے مسئلے میں معتزلہ کا موقف حق پر تھا“۔ رہے ہم تو اس خلق قرآن کے معاملے میں کچھ کہنا ہی بے فائدہ سمجھتے ہیں لیکن اب دیکھنا یہ ہے کہ معتقدین احمد بن حنبل بھی اپنے اس امام سے ان کی شہرت کا اصل سبب بننے والے مسئلے میں کتنا اتفاق رکھتے ہیں اور ان کے بارے میں تجلی اور اس کے ہمنوا کیا فیصلہ کرتے ہیں۔

آخر میں یہ واضح کر دیا جائے کہ

الذین امنوا یقاتلون فی سبیل اللہ والذین کفروا یقاتلون فی سبیل الطاغوت فقاتلوا اولیآء الشیطان ان کید الشیطن کان ضعیفا ﴿۷۶﴾

(النساء: ۷۶)

”ایمان والے تو اللہ کے راستے میں لڑتے ہیں اور کافر طاغوت کے راستے میں لڑتے ہیں لہذا شیطان کے دوستوں سے لڑو بلاشبہ شیطان کا داؤ کمزور ہے۔“

کے مشرکانہ عقائد کے تحفظ اور احمد بن حنبل اور دیگر شخصیات کے دفاع میں اولاً تو صحیح احادیث کے اُن معنوں اور غلط تشریح پر اصرار کیا گیا کہ جن سے حیات وسماع فی القبر کے عقائد کو کشید کیا جا سکے اور منکر و موضوع روایات کی صحت ثابت کرنے کے لئے فن دینداری سے کام لیا گیا اور پھر پوری شدومد سے اپنے اور اپنے امام احمد بن حنبل کے عقیدے کا اثبات واقرار کیا گیا۔ مگر جب ان کی ایک ایک بات کا جواب قرآن وحدیث اور مسلمہ اصولوں کے مطابق دے دیا گیا تو اب شخصیات کی عقیدت مندی میں غلو نے انہیں بڑا ہی عجیب وغریب رویہ اختیار کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ کہتے ہیں ہمارا اور ہمارے امام احمد بن حنبل کا عقیدہ تو بلاشبہ یہی ہے مگر ان کے عقیدے کے لئے بطور حوالہ اور ثبوت پیش کی گئی عبارت ان سے ثابت نہیں۔ اب کون انہیں سمجھائے کہ جب تم خود اسی عقیدے کو اپنا اور اپنے امام کا عقیدہ مانتے ہو تو پھر ان کی اس عبارت سے متعلق ثبوت کا مطالبہ کرنا یا اس کے غیر ثابت ہونے کا دعویٰ کرنا غیر منطقی اور مضحکہ خیز ہے۔ بہر حال احقاق حق کے لئے ان کی اس بات کا جواب بھی دے دے گیا کہ احمد بن حنبل نے اس بات کو کہ "مرنے کے بعد جسم میں روح لوٹائے جانے پر ایمان لانا ضروری ہے" اپنے خط بنام مسدد بن مسرھد میں پیش کیا ہے۔ اور اس خط کے متعلق امام احمد بن حنبل کے مشہور اور انتہائی قریبی شاگرد ابوالحسن میمونی نے گواہی دی ہے کہ انہوں نے مسدد بن مسرھد کو خط لکھا اور بھیجا ہے۔ (تهذيب التهذيب جلد ١٠ صفحه ١٠٨ سير اعلام النبلاء جلد ١٠ صفحه ٥٩٢)۔ اس کے بعد اب پھر وہی باتیں دہرائی جانے لگی ہیں کہ ہمارے اور ہمارے امام کے عقیدے کے حق میں روایات موجود ہیں، امام احمد نے یہ عقیدہ روایات ہی کی بنیاد پر بنایا ہے، ہمارے عقیدے کی بنیاد بھی یہ روایات ہی ہیں۔ اس بات کا جواب یہ ہے کہ محض روایات کی موجودگی تو اس عقیدے کے جائز ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ کون سا ایسا باطل فرقہ ہے جو اپنے حق میں روایات نہیں رکھتا؟ اصولی بات تو یہ ہے کہ وہی روایات قابل قبول ہونگی جو قرآن و حدیث کے مطابق اور مسلمہ اصولوں کی کسوٹی پر صحیح ثابت ہوتی ہوں۔ اس کے برعکس قرآن وحدیث سے بے نیاز ہو کر ہر قسم کی روایات کو عقیدے کی بنیاد ہرگز نہیں بنایا جا سکتا۔ حیات وسماع فی القبر کے عقیدے کے جواز کے لئے پیش کی جانے والی روایات تو قرآن کی محکم آیات سے براہ راست ٹکراتی ہیں اور صحیح احادیث کے بھی یکسر خلاف ہیں پھر بھی کہتے ہیں کہ اس عقیدہ حیات وسماع فی القبر کی دلیل میں بخاری